شرح

دیوان اردوی غالب

موسوم بہ

وجدان تحقیق

حصہ اول مصنفہ

خاکسار محمد عبدالواجد المتخلص بہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول
علاقہ سرکار نظام و فرزند حضرت والد مرحوم و مغفور

در مطبع فیض منبع فخر نظامی بقالب طبع آمد
حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۱۹ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصنیفات حضرت مولانا مولوی محمد عبد العلی والہ دکنی مرحوم و مغفور

---
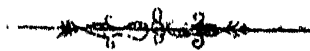
(۲۰)
دیوان والہ موسوم بہ اسم تاریخی چمنستان بہشت بزبان فارسی ضخامت بیس جزو کاغذ چکنا سفید ساٹھ پونڈ کا چھاپہ صاف خوشخط ٹیبل بیچ زرد رنگ کاغذ پر سرخی سے چھپا ہوا تمام دیوان نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپا ہے۔ اس دیوان میں (۹) قصیدے (۴) مرثیے (۱) خمسہ (۱۳۲) قطعات بدین تفصیل قطعات تاریخی (۷۶) اور قطعات غیر تاریخی (۵۶) اور (۱۲۵) غزلیات اور (۱۹۳) رباعیات بدین تفصیل رباعیات تاریخی (۱۰) اور رباعیات غیر تاریخی (۱۸۳) اور چند متفرق اشعار اور تاریخیں ہیں۔ اس دیوان میں جملہ (۸۹۳۳) اشعار مندرج ہیں۔ حضرت والہ مرحوم و مغفور کا کلام ایرانی پسند ہے صاحب موصوف کا نام اور کلام ایران تک پہونچا ہے۔ کلام کی فصاحت و بلاغت اور مضمون آفرینی و جدت اور رنگینی اور بندش کی عمدگی اور عاشقانہ مذاق اور واعظانہ مطالب و درد و غم کا بیان اور خیال کی وسعت و کثرت اندازہ بیان سے بڑھکر ہے۔ فارسی کے شایقوں اور طالب العلموں کیواسطے نہایت مفید اور اہل دکن کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہے۔ باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت کتاب صرف ڈہائی روپے سکہ حالی یا دو روپیہ سکہ کلدار۔

انشای والہ موسوم بہ اسم تاریخی گلستان نثر حصہ اول و دوم بزبان عالی
فارسی۔ پہلے حصہ میں وہ مراسلات و عرایض ہیں جو مولوی عنایت الرحمن خان صاحب دہلوی معتمد

شرح

دیوان اُردوی غالب

حصہ اول

مصنفہ

خاکسار محمد عبدالواجد المتخلص واجد

فرزند حضرت والد مرحوم

سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

هو الفتاح

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد الٰہی و نعتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخفی و محتجب نہ رہے کہ
جب رسالہ **وثوقِ صراحت** میری کوشش سے مجتمع ہو کر چھپ گیا تو
اُسی دن سے میرا یہہ ارادہ ہو گیا تھا کہ اُسکا ایک ضمیمہ لکھڈالوں مگر قلتِ
فرصت کیوجہ سے ایک مدتِ معینہ میں مسلسل یہہ کام کرنیکا کبھی کبھی کچھ نہ غرض
جب فرصت ملی اور جب طبیعت اُدہر آگئی لکھتا رہا اور اس کام سے ہمہ تن
غافل نرہا آخر یہہ کام ایک مدت مدید کے بعد خدائے منعام کے افضال اکرام سے
انجام کو پہونچا اور یہہ ضمیمہ میرے ارادے کے موافق کامل اور پورا ہو گیا۔ بعد
اختتام کے مین نے اس کے دو نام رکہے ایک **وجدانِ تحقیق** اور دوسرا
توضیحِ اشاراتِ والہ اس ضمیمے کے اندر بہت سی مفید باتیں مین نے
مندرج کی ہین جن سے ایک طالبِ فن اور شائق علم ادب بہت کچھ نفع حاصل
کر سکتا ہے۔ اگرچہ ستائش میرا کام نہین اور نہ مین اسکو اپنے لئے فخر سمجہتا ہون

کر اشعار کی شرح بازی کرتا رہون مگر چونکہ ایک غیر مکمل شرح شایع ہو گئی تھی اور
حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور کا انتقال حین تصنیف مین ہوگیا
تھا اور حضرت مرحوم کو اجل نے فرصت و مہلت ندی تھی لہذا مین نے اپنی
لیاقت کے بموجب اس کام کو پورا کیا - کیونکہ خردمندون نے کہا ہے
مصرع پدر اگر نتوا ند پسر تمام کند -
بی - اے کلاس کے چند جید طالب علم جو فارغ التحصیل ہونیوالے تھے
نظام کالج مین حضرت مولانا والد مرحوم و مغفور سے مرزا غالب دہلوی کا
اردو دیوان جسکی شرح کا یہہ ضمیمہ ہے بطور سرکاری پڑہتے تھے اور سیکڑون
دقائق و نکات جو مولانای مغفور کی زبان مبارک سے سنتے تھے اپنے دل و
دماغ مین لے لئے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ جواہر گران بہا صفحۂ قرطاس پر نہ آئے
اور مولانا ے مرحوم کے سینۂ کرامت گنجینہ مین ہی رہگئے - گویا یہہ بہی اردو زبان
کی ایک بدنصیبی تہی - باینہمہ مولانا ے مغفور نے جسقدر لکھا ہے اُسکے نتیج اور
مفید ہونے مین میرے نزدیک کوئی شبہہ نہین ہے - شائقان شعر و سخن اور پیروان
مرزا غالب کیلئے غنیمت عظمیٰ و موہبت کبری ہے - غیر از ین نیست کہ اسمین اور
بہت سے مضمون بڑہانیکی ضرورت تہی یہہ کام دوسرے شارحین سے
ہوسکتا ہے چنانچہ مین نے اس کام کو انجام دیا - کسی نے کیا خوب کہا ہی مصرع
ہر کہ آمد مزید کرد بران - میرا دیوانہ دل و توق صراحت کے اختصار کو
نہین دیکہتا بلکہ اُس کے اعتبار کو دیکھتا ہے اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن بہت معتبر
ہے - ہر ایک لفظ جو اُس محقق کے قلم سے ٹپک گیا ہے میری نظرون مین

جواہر زواہر کی قیمت رکھتا ہے۔ گو بہت سے حضرات اس کے مخالف ہون گے مگر میرے دیوانے دل نے اس مختصر رسالے کے ساتھہ عاشقی کا درجہ حاصل کیا ہے۔ ہمیشہ اُس کے حسن وجمالِ عذار کا جلوہ دیکھا کرتا ہے درحقیقت حسنِ عذار ہی عجیب شے ہے۔ ہے ادل اس کے غنچۂ وہنکو تو ہرگز نہ کبھہ* دیکھہ آخر کیا لکھا ہے حضرت اُستاد نے۔ چونکہ مرزا صاحب خاص دہلی کے باشندے تھے اور دہلی جیسے شہر مین جو ہندوستان کا دوامی دارالسلطنت اور اردو زبان کا دارالعیار رہا ہے اُن کی اُستادی کا ڈنکا بجا ہے لہذا میری راے مین مرزا صاحب کے اردو کلام پر زبان کے متعلق کوئی اعتراض وارد ہو نہین سکتا۔ بلکہ اردو مین زبان کے متعلق مرزا صاحب نے جو کچھہ کہا ہے سب مستند اور مسلم الثبوت ہے۔ اور اُن دہلی والون کے پاس جو دانشمند ہین معتبر ہے اور وہان سے تمام ہندوستان مین مسلم ہے۔ ظاہر ہے کہ مرزا غالب دہلوی کوئی معمولی شاعر نہین تھے اردو مین اُن کا شہرہ عالمگیر ہے دہلی مین مولانا ذوق کے بعد اُنکا کوئی ہمسر نہوا۔ اس ضمیمہ کے اندر مین نے لفظی اور معنوی تحقیق مین کامیابی کے ساتھہ بہت کوشش کی ہے اور اسیواسطے **وجدان تحقیق** اسکا نام رکھا ہے۔ اور حضرت والہ مرحوم کے اشارات کی صراحت اور وضاحت کرنے مین بھی بہت کچھہ دقت اٹھائی ہے اور اسی لحاظ سے اسکا دوسرا نام **توضیح اشارات والہ** رکھا ہے۔ غالباً حضرت والہ مرحوم جب نظر ثانی کرتے تو بہت سے مضمون اپنی شرح مین بڑھا دیتے جن سے تمام شرح بالکل عام فہم ہو جاتی۔ مین نے کئی مضمون

اس ضمیمہ کے اندر اسی شرح کو یعنے حضرت والہ مرحوم کی شرح کو اپنا رہبر اور
رہنما بنا کر لکھے ہین اور اون غیر مکمل نوٹون کو اچھی طرح سے مکمل کیا ہے -
اور اس بات مین کوئی شک نہین کہ شرح دیوان غالب کی بنیاد حضرت والہ
مرحوم نے ہی اپنے مبارک ہاتھون سے رکھی ہے - حضرت مصنف مرحوم کا انتقال
جہین تصنیف مین ہو جانے سے شرح غیر مکمل اور ناتمام رہگئی - ظاہر ہے کہ ہر شخص
خوض نہین کرسکتا - چاہیئے کہ ہر ایک شعر کا مطلب شارح بنفس نفیس تفصیل
و تکمیل کے ساتھہ بیان کردے تاکہ دیکھنے والون کو خوض اور غور کی حاجت
اور زحمت نہ پڑے لہذا مین نے انہین دنون سے جب کہ یہ شرح میری
جلد جلد سے چھپ گئی تھی اسکا ضمیمہ لکھنا شروع کردیا تھا ۵

بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر ۔ ہنرور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہین

حضرت قبلگاہی و استادی مولانا مولوی محمد عبد العلی المتخلص بہ والہ
رحمۃ اللہ علیہ و قدس اللہ سرہ کی تحقیق اور تدقیق کو کونسا شخص ہے جو نہین جانتا
جن صاحبون نے حضرت مرحوم سے علم حاصل کیا ہے وہ فرماتے ہین کہ
ایک ایک شعر تو درکنار ایک ایک مشکل اور پیچیدہ عبارت اور دقت طلب و اشکال
آمیز مضمون کے حل کرنے اور کہولنے کے متعلق اسقدر عمدگی اور صفائی اور
تفصیل اور صراحت سے شرح بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک شرح کے بیان کرنے مین
چار چار اور آٹھہ آٹھہ روز کی مدت کافی و مکتفی ہوتی تھی اور کوئی دقیقہ باقی
نہین رکھتے تھے جسکو بیان نکردین اور خود اس خاکسار نے فارسی کے شعر
اور انشا کی کتابین حضرت والہ مرحوم سے پڑھی ہین لہذا اس بات کی

تصدیق کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ فی الحقیقت فارسی کے شعرا و انشا
کے دقائق اور نکات کے بیان کرنے مین حضرت والد مرحوم کو اعلی درجہ
کی دلچسپی و اعلی درجہ کا کمال حاصل تھا سیکڑون اشعار نثرت و ...
متحد المضمون یاد تھے کہ برمحل اور برموقع اپنے شاگردون کو بتایا کرتے
جنکے سننے سے مشکل مطالب بآسانی ذہن نشین ہو جاتے تھے اور دقیق
مطالب اور پیچیدہ مضامین کو متعدد پہلوؤن سے اسوقت تک کہ طالبعلم
کے ذہن مین اچھی طرح سے آجائین بیان فرمایا کرتے تھے۔
میرا یہہ بیان اونکی تحقیق معنوی کے متعلق تھا اور تحقیق لفظی تو حضرت والد
مرحوم کے پاس ایک ادنی بات تھی اور ان کے کمال کے مقابلہ مین تحقیق
لفظی کا نام لینا انکا رتبہ گھٹانا ہے۔ سرآمد تاریخ گویان زمن استاد
مسلم الثبوت این فن عالی منزلت قدسی مرتبت صاحب الفضائل و المناقب
جناب مولوی عبدالحی صاحب المتخلص بہ وصف مددگار مہتمم بندوبست علاقہ
سرکار عالی دام لطفہ مجھسے فرماتے تھے کہ سکندرنامہ نظامی علیہ الرحمۃ
کے کسی ایک شعر کی معنوی تحقیق کے متعلق حضرت والد مرحوم نے آٹھہ
ورق لکھہ ڈالے تھے اور وہ شرح عموماً ایسی دلکش اور مرغوب طبایع ہوی
تھی کہ عالیجناب فردوس مآب مولانا مولوی حیدر علی صاحب مناظر سنی
و شیعی و مصنف منتہی الکلام رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکی نقل کرلی تھی۔
اگرچہ وہ شرح اسوقت میرے پاس نہین ہے اور یقیناً حضرت والد مرحوم
کے بہت سے نایاب تحریرات کے ساتھہ وہ بھی نہین معلوم کیا ہوی۔ مگر

اسمین کوئی شک نہین کہ فارسی کے درسی اور غیر درسی کتابون کے ساتھہ
حضرت والد مرحوم و مغفور کو فطرتی نسبت اور قدرتی لگاؤ تھا جو کسی طرح اور
کسی حالت مین کم نہین ہوتا تھا۔ دیکھیئے عرفی شیرازی غفر اللہ کے
اس شعر کی شرح کس عمدگی سے تحریر فرماتے ہین ؎

منکہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب
مرغ اوصاف تو از اوج بیان انداختہ

نزد والد حقیر این معنی و ترکیب شعر چنان است کہ در صدر بیت حرف کاف
متضمن معنی استفهام استفساری است چنانکہ خواجہ حافظ فرماید ؎

منکہ باشم کہ بران خاطر عاطر گذرم
لطف ہا میکنی اے خاک درت تاج سرم

یعنی من در چہ شمار و مقدارم با اینکہ راعی گرامی و ضمیر ادب از اوج بیان عقل
کل مرغ اوصاف ترا بر انداختہ است پس ناوک انداز ادب فاعل انداختہ و اوج
بیان مفعول فیہ و رائے مابعد عقل کل اضافی است متعلق بہ اوج بیان مفعولی
و منشاء مغالطہ ہمین است کہ این را را مفعولی دانستہ اند و از نادانستگی
در شبہہ و مغالطہ افتادہ اند۔ ناوک انداز ادب کنایہ از صفت حفظ مراتب
و عقل کل نفس قدسی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و مرغ اوصاف اشارہ بحدیث
(لا احصی ثناء علیک) باشد فقط منقول از انشای والد حصہ دوم صفحہ (۱۶۵)

اور دیکھیئے مرزا غالب دہلوی مرحوم کتاب عود ہندی مین پیرہن کاغذی
کے معنے لکھتے ہین کہ ایران مین رسم ہے کہ داد خواہ کاغذ کے کپڑے
پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلودہ
کپڑا بانس پر لٹکا کر لیجانا تمت کلامہ اور حضرت والد مرحوم ثوق صراحت

ہین تحریر فرماتے ہین کہ فریادیون کا لباس جو قدیم مین دستور تہا۔ یہہ کنایہ ہے عجز و بیچارگی و تظلم وزاری سے۔ اب سنئے اس اصطلاح کے معنے بیان کرنے مین مرزا صاحب نے جو غلطی کی ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ مرزا نے فارسی کے قدیم لغات مثل بہار عجم اور برہان قاطع کے دیکھے تہے اُن لغات مین اس اصطلاح کے معنے صرف دا د خواہی کے لکہدئے ہین تو مرزا نے یہہ سمجہا ہوگا کہ زمانۂ حال مین بہی یہہ طریقہ جاری ہے مگر حضرت والد مرحوم نے جو شعر و سخن کے علاوہ تحقیق کے دلدادہ اور عاشق و شیدا تہے زمانۂ موجودہ کے لغات اور نو تصنیف شدہ کتابون کو دیکہا تہا لہذا حضرت ممدوح سے ایسی غلطی نہوی چنانچہ **فرہنگ انجمن آرای ناصری** مین میرزا **ہدایت** مرحوم جو پایہ تخت ایران کے امیر الشعرا تہے لکہتے ہین کہ **کاغذین جامہ** کنایہ از عجز و بیچارگی و تظلم است چنانچہ خواجہ حافظ گفتہ **ع** کاغذین جامہ بخونابہ بشوئیم کہ فلک + رہنمائیم بپوے علم داد نکرد + و رسم بودہ است کہ در ولایت در زمان تظلم جامۂ کاغذین بپوشیدہ اند و **ثوق صراحت** مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے معنے ہین بلکہ لفظون کے نیچے کچہ ہندسے لکہے ہوے ہین جو صرف دور دراز کے اشارات ہین جنکو ہر ایک شخص اور معمولی لیاقت کا آدمی ہرگز نہین سمجہہ سکتا مگر مین نے اُن اشعار کو اسیطرح ہندسون کے ساتہہ شرح مین درج کردیا تہا۔ اُسکی وجہ یہہ تہی کہ اُسوقت تک کوی شرح **دیوان غالب** کی شایع نہین ہوی تہی اور عام طور پر بالتخصیص

غالب کا کلام ادق مانا جاتا تھا لہذا مین نے یہہ سمجھا کہ ان اشارون اور
ہندسون سے بھی کچھہ نہ کچھہ کام نکل آئیگا۔ کچھہ نہونے سے تو ان اشارون کا
ہونا بہتر ہے کیونکہ غور کرنے سے کچھہ نہ کچھہ معنے نکل آئینگے۔ اسی لحاظ سے
مین نے ایک لفظ کے معنے مل گئے تو اُن کو بھی درج کر دیا۔ میری غرض
یہہ تھی کہ شرح کا سرمایہ فراہم ہوتا جائے اور جہان تک ہو سکے دقت اور
اشکال کم ہوتا جائے نہ یہہ کہ مین اُسکو کامل شرح سمجھتا تھا۔ کبھی مین اوسکو کامل
و مکمل شرح نہین سمجھتا تھا لہذا میری سعی مشکور ہونی چاہئے نہ مورد اعتراض
مرزا غالب دہلوی کے کلام کی دقت کو کون نہین جانتا اور اون کے اشعار
کے مشکل و دقیق ہونے کو کون نہین مانتا۔ اسی دقت اور اشکال کی وجہ سے
بعض شعرا اُن کے اشعار کو مہمل کہتے ہین اور یہہ قطعہ تو مشہور ہے قطعہ
اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے مگر انکا کہا یہہ آپ سمجھین یا خدا سمجھے
خود مرزا نے اسکا جواب یون دیا ہے س نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا +
نہ سہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی + اسمین کوئی شک نہین کہ مرزا صاحب
بڑے نازک خیال اور دقت پسند تھے + اُن کے کلام مین جو نزاکت اور دقت
ہے وہ فی الحقیقت خاقانی اور ظہوری اور بیدل اور جلال اسیر کی دقت
کلامی سے کچھہ کم نہین ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کلام عام فہم ہو نہین سکتا ایسے
کلام کے لئے شرحون کی اور شارحون کی ضرورت ہے اگرچہ خاقانی اور
ظہوری اور بیدل اور ناصر علی کے اشعار کی شرحین موجود ہین

مگر مرزا کے کلام کی شرحین اب تیار ہو رہی ہین فی الحقیقت خیالبندونکا کلام شرح کا محتاج ہے برخلاف سلاست پسندون کے کہ انکا کلام عام فہم اور خاص پسند ہوتا ہے خیال بند شعرا کو یہہ بات کہان نصیب ہے مرزا کے بعض اشعار جو وثوق صراحت مین مندرج نہین ہین اور درحقیقت وہ اشعار شرح طلب ہین اور کسی نے آج تک اون کی شرح جنانکہ باید وشاید نہین لکھی ہے یا تازہ مضمون میرے ذہن مین آگئے ہین تو مین نے ویسے اشعار کی شرح بہی لکھکر اس ضمیمہ کے اندر داخل کی ہے - بہرحال اس ضمیمہ کے اندر مین نے سیکڑون عمدہ اور مفید اور دلکش مطالب مندرج کئے ہین اور ضمیمہ کیا ہے بلحاظ مضامین کی کثرت اور کتاب کی ضخامت کے اصل شرح سے بہت بڑہکر ہے -

جب اس رسالہ کی قدر ہو گی اور یہہ رسالہ پبلک مین منظور نظر اور مقبول قلوب ہوگا خصوصًا سرتاج ارباب علوم سرحلقۂ اصحاب فہوم دبیر الادبا استاذ الفضلا شہنشاہ فضل وکمال - سرور و سردار علماے ماضی حال - مربی علم و ہنر قدردان کمال - رشک فلاطون - غیرت افزاے ارسطاطالیس - عالیجناب فیضمآب آنریبل مولوی سید حسین صاحب بلگرامی - بی - اے - المخاطب بہ نواب موتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک بہادر پرایویٹ سکرٹری علیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی و ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن دام اقبالہ وا جلالہ اس رسالہ کو اپنے ملاحظۂ اقدس و اشرف سے مشرف و ممتاز فرماینگے اور پسند کرینگے تو یہہ خاکسار اس شرح کے دوسرے حصون کو شایع کریگا

جو فی الحقیقت قابل قدر اور لایق دید ہون گے اور اسمین کوئی شک نہین کہ میرزا کے دیوان مین بہت سی باتین شرح طلب اور نازک مطالب فی الحال موجود ہین جو حل نہین ہوسے اگرچہ اُن کے اشعار کی بعض شرحین لکھی گئی ہین مگر تاہم بہت سے پاکیزہ مطالب اُن شرحون مین نہین لکھے گئے اور وثوق صراحت اس شعر کے موافق ہے ؎ دران نامہ کان گوہر سفتہ راند * بسے گفتنی ہا سے ناگفتہ ماند * وثوق صراحت مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے معنے ہین - صرف کچھہ دور و دراز کے اشارات لکھے ہوسے ہین جنکو حضرت مصنف مرحوم صراحت کے ساتھہ لکھنے والے تھے مگر اجل نے صاحب موصوف کو اسقدر فرصت نہ دی ؎ تیری فرصت کے مقابل اے عمر * برق کو پا بہ حنا باندھتے ہین - الحمد اللہ تعالی کہ مین نے شرح غیر مکمل کو مکمل کر دیا * چونکہ حال ہی مین مرزا کے اشعار کی بعض شرحین شائع ہو گئی ہین لہذا میرا اسقدر نقصان ہوا کہ بعض مضامین متوارده و مطالب متحده کو اپنی شرح مین سے نکال دینا پڑا تاکہ تہمت سرقہ سے محفوظ رہون - اس نقصان پر مجھے البتہ افسوس ہوا اس شرح مین مین نے بعض ابتدائی باتین بھی درج کر دی ہین - اُن سے میری یہ غرض تھی کہ اطفال مکتب بھی مستفید ہون نہ یہہ کہ اپنی شرح کو طول دیکر دوسرون کی شرح پر فوقیت جتاؤن اور نہ یہ کہ ضخامت بڑہا کر الفربہ خواه مخواه مرد آدمی کا آلہ صداقت بناؤن - مین نے اس شرح مین کہین کہین مرزا کے بعض اشعار پر کچھہ اعتراضات سے لکھے ہین اُن سے میری غرض نفسانیت اور تعصب یا مرزا کو بدنام و رسوا کرنا نہین ہے بلکہ حقیقت حال کا اظہار منظور تھا اور نہ اس سے

مرزا کی شان گھٹ سکتی ہے کیونکہ جو لوگ مشہور ہو گئے اُن کی شہرت کو کون
روک سکتا ہے معہذا کوئی فرد بشر باستثنا انبیا اور رسولون کے غلطی اور سہو
اور نسیان سے خالی نہین ہے الانسان مرکب مع الخطاء والنسیان
مشہور ہے۔ لہذا حضرات ناظرین سے یہہ امید کیجاتی ہے کہ اس ہیچمدان کی
تحریر بنظر غور دیکھکر شیوہ عدل و انصاف اختیار کرین گے نہ طریقہ جنگ وجدل
جب وثوق صراحت چھپکر شایع ہوی تو بعض صاحبون نے مجہہ سے
یہہ پوچھا کہ مولوی صاحب اردو زبان مین شعر کہتے تھے یا نہین؟ اگرچہ حضرت
قبلہ گاہی مولانا و آلہ مرحوم ومغفور کا فن اورپیشہ فارسی اور فارسی کی شعر وشاعری
تھا مگر چونکہ کبھی کبھی اردو زبان مین شعر کہا کرتے تھے لہذا مین نے کہا کہ ہان۔
چنانچہ صاحب موصوف کے دو تین اردو اشعار جو اسوقت مجھے یا دہین یہان لکھتا ہون
تاکہ یادگار رہین وہ اشعار یہہ ہین

کیا مقابل ہو تری آنکھون سے وہ | چشم ہے نرگس کو بینائی نہین
ہین ترے حیرت زدے جون آئنہ | لاکھہ دیکھین پر تماشائی نہین

ولہ

دل تنگ ہے تنگی بیابان سی کہان جائے | دامن جسے سمجھا تھا گریبان نظر آیا

اس زمین مین یعنے گریبان نظر آیا۔ بیابان نظر آیا اور طوفان نظر آیا مین صاحب
موصوف کے اور اشعار بھی ہین مگر مجھے اسوقت یاد نہین آتے۔
اس دیباچہ کے آخر مین اتنی بات کا ذکر کرنا نہایت ضرور ہے کہ جو دقتین
بیدل اور ناصر علی اور ظہوری اور شوکت اور مرزا جلال اسیر کے خیالبندانہ

کلام مین موجود ہین ویسی مشکلین مرزا غالب دہلوی کے تمام دیوان اردو مین جو فی الحال مطبوع اور موجود ہے پائی نہین جاتی ہین مگر پھر بھی اُسمین بعض اشعار اس قسم کے ہین جو سر در گم ہین - اور کچھہ پتہ نہین چلتا کہ مصنف کا اُن سے کیا مقصود ہے - اور مین نے اُن اشعار کی نسبت جو کچھہ لکھنا تھا لکھدیا ہے شرح کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا - فقط

الراقم خاکسار

محمد عبد الواجد عفی عنہ واحد

تمام شد دیباچہ

قصیدہ بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح در مدح اعلیحضرات قوی شوکت قدر قدرت فریدون فر سکندر در دارا دربان قیصر شان رستم دوران افلاطون زمان حضور پرنور سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہاینس نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاہ آصف سلطان دکن خلد اللہ ملکہ و دولتہ

ای دلبر یگانہ و ای شوخ جانستان ‏ ‏ ای طالب بہانہ و ای یار رازدان
حسنت کہ دل ربود بیکدم جہان جہان ‏ ‏ گوئی کہ بود بر سر من برق بی امان
کردی تو یک نگاہ و دلم ریز ریز شد ‏ ‏ تیر تو راست بیک و قضا بود بیگمان
بودہ قوی دلم چو ہزبران جنگجوی ‏ ‏ لیکن شدہ ز جور تو بی طاقت و توان
آن دل کہ بود جنبش او حسب عقل و نقل ‏ ‏ دیوانہ وش فتادہ بدنبال تو دوان
اکنون بکوہ و دشت و بیابان سفر کند ‏ ‏ آن دل کہ بود مسکن او باغ و بوستان
جا داشت دل براحت و عشرت بسینہ ام ‏ ‏ آوارہ اش تو کردہ از خانہ و مکان
آرام داشت در بر من چون دل خوشت ‏ ‏ در دست اضطراب تو باشد دادہ عنان
از درد دوری تو شدہ پیر سالخورد ‏ ‏ ہر چند بودہ است دل بندہ نوجوان
بودہ است بیخبر ز غم و غصہ پیش ازین ‏ ‏ اکنون برفت تا بہ ثریا ز دل فغان
زین جملہ جورہای جفاہا کہ کردہ ‏ ‏ دانم ہلاک بود سر نو ز امتحان
تدبیر کار رفت ز دستم بدان روش ‏ ‏ گوئی بلای صعب بدل ریخت آسمان
در عشق خویش حال دلم کردہ تباہ ‏ ‏ کردی نہ ہیچ خوف ز عدل شہ شہان
آن شاہ نامدار کہ مشہور گیتی است ‏ ‏ والا تبار فیض رسان حاتم زمان ‏ ‏ (مصرع طرحی ست)
فرخندہ چہرہ نیک نہاد و ہنر شناس ‏ ‏ عالی خیال تازہ کلام و نکو بیان
ہیجا نورد و عدل شعار و ستودہ کار ‏ ‏ خورشید دستگاہ و سخن فہم و تر زبان
جان حکومت و دل عقل و امان ملک ‏ ‏ ایمان عدل و راحت خلق و کشتہ جہان

گاہ نبرد جلوہ دہ تخت کامیاب
آوازہ شجاعت او شد چنان بلند
از تیغ خونچکان وی دشمنان او
تا شہر عدل او ست کہ گلشن دکن
اہل دکن بدور عدالت شعار او
امن از برای اہل دکن عام گشتہ است
تہذیب در زمانہ او در ترقی است
از کثرت مدارس و از شوکت علوم
صنائع و تجارت و کسب فنون عجب
در کشورش تجارت ہر شہر و ہر دیار
در عہدش انتظام صفائی چنان بود
گلہای ... چنان بدکن گشت آشکار
لطف رعیتش کند این شاہ کامگار
شاہی بسان حضرت آصف ... اند
در دور او بملک دکن جمع گشتہ اند
زان جملہ طوبی است و گرامی و ہم امیر
بحر سخن زہر معانیست موجزن
ملک دکن زکوشش او رنگ نو گرفت
اے مدعی کہ دعوی باطل ہمی کنی

وقت نشاط غیرت جمشید کامران
دشمن فرار میکند از خوف چون زنان
ہم سینہ ہا گلوی عدو و سحور زیان
شہباز و کبک راست بیک شاخ آشیان
ایدل جدا شوند چگونہ زخان و مان
تخصیص نیست تا ہمہ باشند در امان
دوران او ز دولت ہم میدہد نشان
یونان نظیر گشتہ دکن در ہمہ جہان
آمد ز چار سو بدیارش جہان جہان
دارد ترقی زفیض صنعتش دکان دکان
یک قطرہ آب چرک نریزد زناودان
گوئی نماندہ است ضرورت بہ پاسبان
زانسان کہ حفظ گلہ خود میکند شبان
سنجیدہ و حلیم جوان بخت کاردان
ارباب علم و فضل و گرامی سخنوران
ہم عاشق است ترکی ہم زاغ نکتہ دان
تا ابر کلک شاہ دکن شد گہرفشان
آحسے ازین مکین بود آرایش مکان
کین انتظام شاہ چنین است و آن چنان

بکشای چشم را و نظر کن کہ ہر طرف ‏— فیضِ عمیمِ شاہ روان ہست ہمچو سیلان
یابد وجود از پے درگاہ شاہ ما ‏— بود در یمن عقیق بمعدن گہر کان
دُر در عدن نسیم گلستان روان بتن ‏— بود در چمن شراب بدن گل بہاران
این آب گشت و آن شدہ خون برای چہ ‏— نبود ز جود شاہ چو شرمندہ بحر و کان
روز ازل بحکم قضا و قدر بود ‏— خوش قدر بندگان ہوا خواہ شہ گران
گشتہ دکن خلاص ز تدبیر او بلے ‏— ملک است ہمچو کشتی و تدبیر بادبان
ہر کس بسر برد بزمانش بامن و عیش ‏— بالجملہ شد دکن ز وجودش یکی جہان
واجد چو مدح شاہ نوشتہ ہمی شود ‏— باری برآر دست و دعا را کشا زبان
بہ پنج برّ اعظم و بہ پنج بحر شور ‏— یارب شود حکم وی از فضل تو روان
این دولت این حکومت و این حسن انتظام ‏— مستحکم از عنایت حق باد جاودان
ہم از میامن کرم رب بانواز ‏— افزون شود قدر ہوا خواہ بندگان

در این چکامہ ہر چہ نوشتم حقیقت است
اے شاعران نگہ مدا پند داستان

تمام شد قصیدہ

وثوق صراحت پر ریویوز

نوٹ۔ اب مین چند ریویوز جو وثوق صراحت پر لکھے گئے ہین ذیل مین درج کرتا ہون اور ان ریویوز کو درج کرنے سے پیشتر ایک تعزیت نامہ

جو عالیجناب ایچ۔ پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق پرنسپال نظام کالج نے اس خاکسار کے نام حضرت والد مرحوم کے انتقال کے بعد ارسال فرمایا تھا بطور یادگار نقل کرتا ہون کیونکہ اس تعزیت نامہ سے حضرت والد مرحوم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تصنیف کا اعتبار مصنف کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ مصنف کے اعتبار سے ناواقف ہوتے ہین وہ جو چاہتے ہین لکھہ جاتے ہین۔ اور مین اس تعزیت نامہ کو حضرت والد مرحوم کے کل تصنیفات کے لئے عمدہ ریویو خیال کرتا ہون اور اسی لئے اسکو ریویوز مین درج کرتا ہون اور چونکہ ریویوز میری درخواست پر لکھے گئے اور چھپ گئے لہذا ہر قسم کے ریویوز خواہ اُنمین تعریف ہو یا مذمت ہو ہر صورت مین اُنکا یہان مندرج کرنا لازم ہے فقط

الراقم

واجد عفی عنہ

تعزیت نامہ منجانب افلاطون زمان ارسطوی دوران عالیجناب فیضمآب ایچ۔ پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق صدر مدرس مدرستہ العالیہ سرکار عالی و پرنسپال نظام کالج و استاد اعلیحضرت

حضور پرنور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ -

The Nizam College

نظام کالج حیدرآباد دکن

Hyderabad Deccan

No. (۱۳۳) نمبر

Dated ۲۸ جون ۱۸۹۴ء

To

مورخہ ۲۸ جون ۱۸۹۴ء بتعزیت

جناب محمد عبدالواجد صاحب

نہایت افسوس ہے کہ مدرسہ عالیہ ایک مشہور عالم کو ہمیشہ کیلئے
کھو بیٹھا - مولوی محمد عبدالعلی صاحب والہ کے انتقال کا صدمہ جو شاعری
اور ہمہ دانی مین مشہور آفاق اور امور تعلیم و تربیت مین کہنہ مشاق تھے
مجھکو اُسیقدر ہے جتنا آپ لوگون کو ہوگا - مولوی صاحب مرحوم کی
عمدہ رائین اور نیک خدمتین کبھی فراموش نہین ہوسکتین سچ تو
یہ ہے کہ اُن کے ایسا شخص نہ ملنے سے اُن کی جگہ ہمیشہ کے لئے
خالی ہے - خدا ان کو اپنے جوار رحمت مین جگہ بخشے - آپ کو لازم ہے
کہ آیۂ کریمہ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ۰ کو اپنی نصب العین
رکھکے دوسرے متعلقین کی تسکین اور تشفی فرمائین فقط

H. M. Hodson

ایچ ایم ہاڈسن

(نقل دستخط) پرنسپل

اخبار جریدۂ روزگار مدراس جلد (۲۷) شمارہ (۲۳)

مطبوعہ یکم جون ۱۹۰۱ء

ہندوستان بھر کی عام ملکی اور قومی اردو زبان جس نے آج کے دن قریب قریب ایک مکمل علمی اور شایستہ زبان کی حیثیت پیدا کرلی ہے اوسکا بیج بونے والا ولی اس خوش آیندہ سرزمین دکن کا بسنے والا تھا جسمین رہنے اور بسنے کا ہمین بہی آج نہایت ہی بھاری فخر حاصل ہے - جسکا بویا ہوا پودا اپنے اصلی باغ سے دور دہلی اور لکھنو جیسے مرکز تمدن شہرون کے نزہت بخش چمنون مین پہولتا پہلتا رہا اور جنہین اس بات کا بہت ہی درست اور واقعی فخر رہا ہے کہ ہمارے ہی باکمال شعرا اور ادبا نے اس نازک پودے کو سرد مہر زمانہ کی سختیون سے مرجہا جانے نہ دیا -

غدر کی منحوس گھڑی جس نے دہلی جیسے مرکز تمدن شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اسکا بن بنایا نقشہ بالکل ناپیدا بنا دیا - خود اردو زبان کے حق مین کچھ کم مصیبت پہونچانیوالی نہ تھی - اور بیشک دل درد مین ڈوبے ہوے یہی سمجھ رہے تھے کہ ہندوستان کی قدیم مکمل زبانین جب دنیا سے رخصت ہو چکین تو پھر اس نئی نازک زبان کا کیا ٹھکانا ہے جسکی ابہی ابتدائی حالت ہی درست ہونے پائی تھی -

مگر زمانہ جس نے ہر وقت بالکل حیرت مین محو بنا دینے والے مرقعے

پیش کرتے رہنا اپنا فرض منصبی قرار دے لیا ہے دفعتاً ایک نیا ورق اُلٹتا ہے سر سید کی دلکش اور موثر آواز نے اردو زبان کے لئے ایک بالکل نیا راستہ کہول دیا جو اس سے پہلے بالکل بند تہا اور جسطرح سے سر سید کی تعلیمی کوششون کے لئے دولت آصفیہ نے اپنی تائید سے روح پہونکدی اسیطرح اردو لٹریچر اور اردو شاعری کی بقا کے لئے زندہ دل دکنی اٹھہ کہڑے ہوئے جنہین اردو کی پرداخت کا اصلی حق حاصل تہا - اور وہ دکن ہی کی سخن سنجی اور فیاضی ہے جس نے آج اردو کو نہ صرف دنیا سے نامراد رخصت ہونے سے بچا لیا بلکہ اُسکے ایک طویل مدت تک زندہ و برقرار رہنے کے سامان مہیا کر دئے۔

وہ دکن ہی ہے جس نے ہمارے اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے عہد میمنت مہد مین اردو زبان کو سرکاری زبان قرار دینے سے ایک ایسا بہاری فخر اردو کے لئے پیدا کر دیا جس سے تمام ہندوستان خالی ہے - اردو لٹریچر اپنی اس جلد اور تحیر کردینے والی ترقی کے لئے جسقدر دکن کے بار احسانات مین دبا ہوا ہے ہمین اپنی زبان سے اُسکے کہنے کی ضرورت نہین جب کہ اردو کا مشہور سے مشہور اعلیٰ درجہ کا مصنف خوب سمجہتا ہے حیدرآباد نے اُسکے ساتہ کیسی ہمدردی کی ہے - اور کسطرح اسکے ساتہ بے منت احسانات کئے اور کیونکر شوق کی باتون سے اُسکی کتابون کو لیا۔

وہ حیرت انگیز ترقی جو اعلیحضرت حضور نظام کی بدولت علم و تمدن کی

سر سبز و شاداب نظر آ رہی ہے اور جس سے خود زبان اردو محروم نہیں کہی جا سکتی اور جسکے بارے مین بے تکلف یہہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ حیدر آباد اور اردو زبان شاید بہت ہی قریب عرصہ مین لازم و ملزوم سمجھے جائینگے اوسکی ایک معمولی نظیر یہہ کتاب **وثوق صراحت** ہے جو اسوقت بغرض ریویو ہمارے روبرو اور در پیش ہے۔

یہہ کتاب **مولوی عبد العلی صاحب** والہ مرحوم و مغفور کی تصنیف ہے جسمین انہون نے **مرزا غالب** مرحوم کے ان اشعار کی نسبت جو عام طور پر ایک عقدۂ لاینحل خیال کئے جاتے ہین ضروری چیدہ باتین درج کی ہین اور گویا ایک مختصر سی شرح کہی جا سکتی ہے۔

والہ مرحوم کے لایق فرزند مولوی محمد **عبد الواجد صاحب** نے اس کتاب کو اپنے قابل قدر باپ کی یادگار قایم رکھنے اور شاعری کا ذوق رکھنے والون کو ایک نیا تحفہ دینے کی غرض سے چھپوایا ہے۔ کتاب کی چھپائی نہایت عمدہ اور کاغذ اچھا رکھا گیا ہے۔

غالب مرحوم کی شاعری کے متعلق جنکا نام **ہندوستان** کے ہر اردو خوان کو معلوم ہے۔ ہندوستان کے مشہور ادیب اور مصنف **مولانا حالی** نے **یادگار غالب** مین جس عالی خیالی کے ساتھہ بحث کی ہے اسکی بعد اب پھر کچھہ لکھنا بے وقت کا راگ الاپنا ہے۔

باقی رہی **والہ مرحوم** کی شرح **والہ** مرحوم کی فارسی شاعری اور فن ادب کی تحقیق دکن بھر مین مسلم مانی جاتی ہے۔ ان کے فیض یافتہ

بکثرت ملینگے - یہہ یاد رکہنا چاہئیے کہ یہہ کتاب یادگار غالب کے شایع ہونیکے ایک مدت پیشتر چھپ کر شایع ہو چکی تھی - اور گو اسوقت متعدد لئیق اشخاص نے اسی مضمون پر کتابیں لکھی ہیں مگر اتفاقاً یہہ کہنے مین کوئی تامّل نہین ہوسکتا کہ جسقدر ضروری اور اہم باتین لکہنی تہین وہ والد مرحوم لکھہ چلے - اور گو اپنے پیچھے آنیوالون کے لئے اُنہون نے بہت سے کام چھوڑدئیے ہین جیسا کہ تمام انسانی کامون کا عہدہ ہے مگر جس کام کو وہ خود کرگئے ہین بجائے خود بے نظیر کہا جاسکتا ہے - ہمین تمام اردو کا مذاق رکہنے والے اشخاص سے امید ہے کہ وہ اس کتاب مین بہت کچھہ لطف پائینگے - کتاب مولوی عبدالواجد صاحب مدرس سٹی ہائی اسکول بلدہ حیدرآباد سے مل سکتی ہے -

رسالہ معارف جلد (۴) نمبر (۸) واقع پانی پت مطبوعہ اگست سنہ ۱۹۰۱ع

مولوی محمد عبدالعلی خانصاحب والہ مرحوم مدرس نظام کالج حیدرآباد دکن نے جو اس کالج مین بی اے کلاس کو اردو پڑہایا کرتے تھے وقتاً فوقتاً اردو دیوان غالب پر کچھہ مختصر نوٹ قلمبند کئے تھے - ان نوٹون کو اُن کے فرزند ارجمند مولوی محمد عبدالواجد صاحب واجد مدرس فارسی سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن نے ایک جگہ فراہم کرکے کتاب کی شکل مین مرتب کیا ہے اور حال ہی مین چھپوا کر شایع کیا ہے - اس کتاب کی ضخامت (۱۲) جزو کی ہے اور شارح مرحوم کے فرزند ارجمند مولوی

محمد عبدالواجد صاحب واجد سے (عا) قیمت پر ملسکتی ہے - کاش ان نوٹون کو موجودہ حالت مین نہ چھپوایا جاتا کیونکہ ہمارے نزدیک ایک طالب علم کو جو غالب کی نازک خیالیون سے واقف ہونا چاہتا ہے ان کے مطالعے سے کوئی بصیرت حاصل نہین ہوتی - اگر ہر نوٹ کو پھیلا کر شرح کا حق ادا کیا جاتا تو یہہ شرح البتہ مفید ہوسکتی تھی - علاوہ اس کے طریقۂ شرح اور طرز بیان مین بھی بے انتہا اصلاح کی ضرورت ہے - ہماری راے مین یہہ شرح جسکو شرح کہنا کسی حالت مین زیب نہین دیتا اگر موجودہ صورت مین نہ چھپوائی جاتی تو بہتر تھا -

گلدستۂ خدنگ نظر جلد (۵) نمبر (۴) واقع لکھنؤ مطبوعہ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء

اس نام کی ایک شرح کلیات اردو میرزا غالب اکبرآبادی مرحوم حال ہی مین حیدرآباد دکن سے شائع ہوی ہے اور اُس پر ہماری راے طلب کیگئی ہے ہم غالب کے دیوان کو حل طلب نہین بلکہ تبصرہ طلب خیال کرتے ہین اور تمنی ہین کہ ملک مین کوئی ایسا پیدا ہو جو غالب کے کلام کی نزاکتین اور اُس کے حکیمانہ خیالات پر ایک مبسوط تبصرہ تیار کرے - لیکن جب تک یہہ نہین ہوتا اُس وقت ایسی شرحین بھی غنیمت ہین جو لفظی معنی سمجھا سکتی ہین اور غالب کے دقیق کلام کو عام فہم بنا سکتی ہین - خریداری کتاب کے لئے منشی عبدالواجد صاحب واجد مدرس اول سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن سے خط وکتابت کرنا چاہئے -

۱۹۲ صفحون کی ایک مہتم بالشان کتاب اسوقت ہمارے سامنے ہے لائق مصنف
صاحب نے درحقیقت بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے اس اہم اور ضروری
کام کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ یہہ کام اہم تو اس وجہ سے تھا کہ فخر زمان
حضرت غالب کے اردو دیوان کی تصریح کی گئی اور بہتر یا یہہ کہ [illegible] معمولی
طور پر عام فہم زبان مین۔ اور ضروری تھا اس وجہ سے تھا کہ اکثر بیشتر
سے زیادہ محقق بیشتر شاعر حضرات آپکا کلام باعث ناملائم کو زبان کہین
نہین سمجھہ مین آتا بے معنی فرمادیا کرتے ہین۔ لہذا اس رسالہ کے مصنف نے
بہت ہی اچھی طرح سمجھہ مین آنیکا قصد کیا۔ گو اس سے قبل رسالہ پیسہ اخبار
کے اڈیٹر جو اپنے آپ کو مجدد وقت لکھتے ہین اس خدمت کو بجا لاچکے
ہین لیکن میری نظر سے پروانہ کے کل رسائل چھپے نہین گذرے اسوجہ سے
اسکا فیصلہ مشکل ہے کہ اس معرکہ مین گوئے سبقت کون لے گیا اور اس
نیکنامی کا سہرا کس کے سر رہا۔ تاہم مجدد وقت صاحب کی خود پسندی
کے دیکھتے اتنا پتا چلتا ہے کہ صاحب **وثوق صراحت** ہی قابل
تحسین و آفرین ہین۔ آجکل ملک مین ترقی تعلیم کے دیکھتے ہمین امید ہوتی ہے
کہ پبلک اس جواہر بے بہا کو بڑی قدر سے ہاتھون ہاتھہ لے گی۔ کاغذ
نہایت ہی عمدہ چھپائی بہت صاف قیمت کتاب کا حجم دیکھتے بہت کم
صرف (عہ) علاوہ محصول۔ حیدرآباد دکن

تمام شد ریویوز بروثوق صراحت

آغاز قطعات تواریخ طبع مرجان تحقیق

تاریخ از کلام معجز نظام سر آمد تاریخ گویان زمن استاد مسلم الثبوت این فن - رشک ظہوری - غیرت نظیری سخن فہم واقعی واقف اسرار جلی و خفی - عالم متبحر علوم و فنون شیر نثرار ماہر محقق کامل - مدقق فاضل - امام فن تاریخ دانی - بلبل ہزار داستان بہارستان معانی - صاحب التحقیق - مالک التدقیق - صاحب اخلاق حسن - خداوند سخن فیاض زمان یکتائے دوران - اعتضاد اخوان عالیجناب فضائل مآب فواضل انتساب مولانا مولوی محمد عبد الحی صاحب قبلہ المتخلص بہ وصف مددگار اول مہتمم بندوبست علاقہ ہنرکار ریاستی

وتلمیذِ خاص حضرت والد مرحوم و مغفور -

خدارا فراوان سپاس و ستایش | که دلخواه شد مشتهر شرحِ واجد
معانیِ نغز و مضامین نادر | سراسر بود درج در شرحِ واجد
بشیرین بیانی مذاقِ خرد را | دهد ذوقِ تنگ شکر شرحِ واجد
بتفصیل باشد عدیلِ مطول | باجمال چون مختصر شرحِ واجد
شروح اندر اکثر بخوبی ولیکن | بود از همه خوبتر شرحِ واجد
بعینِ هنربین چو کحل الجواهر | بچشم بدان نیشتر شرحِ واجد
اگر شعرِ نو طرز غالب نفهمی | نگه کن تو اے دیده ور شرحِ واجد
چراغِ مجالس سراجِ محافل | بود نزدِ صاحب نظر شرحِ واجد
نظیرِ خودش هست خود او بخوبی | ندارد سهیمِ دگر شرحِ واجد
اگر حلِ معنیِ اشعارِ غالب | بتوضیح خواهی نگر شرحِ واجد
جمالِ رخِ شعرِ غالب نموده | بمرآةِ خود جلوه گر شرحِ واجد
پذیرنده نقشِ شعرِ غالب | کرد آدش بہلے دگر شرحِ واجد
زلیس تابناکے بتالیف آمد | برد آبروے گهر شرحِ واجد
بدام سطور است گیسوے خوبان | بود دلکش و دل نگر شرحِ واجد
سطور است یا سلکِ لعل و لولالا | کشد خط بروے گهر شرحِ واجد
اگر فی المثل شعر باشد گلستان | همانا بود بار و بر شرحِ واجد
سزا مر درست و سزاوار باشد | نو سزد انتساب الا شرحِ واجد

خرد گفت باو صف تاریخ طبعش		دہد انشراح دگر شرح واجد ۱۹ ۱۳ ہجری

قطعۂ تاریخ از کلام معجز نظام پیشرو صاحبان سخن مقبول اساتذہ این فن - لاریب یکتائے زمانہ - بے شبہ ماہر یگانہ صائب مقام - قدسی کلام - معجز نظام - صاحب دستگاہ عالی انواعِ نظم را والی - بدرِ منیرِ اوجِ کمال - شاہد معنی را یوسف جمال - فردوسی نشان - جامی بیان - نیر اعظم آسمان تحقیق خلاصہ محققان صاحب تدقیق - فلک البروج کمال - آفتاب عروج لازوال - امامِ فنِ سخن شاعر مضمون آفرین حضرت ذی مکرمت مولانا مولوی محمد صدیق حسن صاحب المتخلص بہ عاشق صدر مدرس فارسی مدرستہ العالیہ کلکتہ عالی

جناب پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن دام لطفہ

حضرت واجد ذہن رساش
داد معانی خوب بداد

بر سخن غالب بنوشت
شرح چنین مقبول فتاد

مطلب مشکل زوشدہ حل
طالب معنی یافت مراد

وہ چہ نگارے جلوہ فروز
چشم خوشش یار بداد

ہر کہ بدیدش از رہ قدر
بر سر و چشم خویش نہاد

گفتہ خویشش عین صواب
لفظ درستش [illegible] سداد

وہ چہ مصفا بین سطور
وہ چہ جان نقش مداد

نور قلوب اہل صفا
کحل عیون اہل سواد

رمز شگرفش لایق وصف
نکتۂ ژرفش قابل صاد

شامل او تشریح تمام
حاصل او تفصیل زیاد

بہر التسہیل و من
تشنہ احسن و اجاد

سال چو جستم گفت سروش
شرح مبین ہر عقدہ کشاد

۱۳۱۹

قطعۂ تاریخ از ظہوری ظہور و نظیری نظیر فصیح اللسان بلیغ البیان سر حلقۂ شعرائے اردو پروانۂ شمع شبستان گفتگو صاحب الفضائل و المناقب جناب مولوی سید محمد کاظم حسن صاحب

کنتوری المتخلص بہ شیفتہ ساکن حیدرآباد دکن

جب شرح ہوا اردو دیوان
شرح یہہ واٰلہ و واجد نے لکھی
مخبر سال ہین منقوطہ حروف

اور روشن ہوا نام غالب
جس سے ظاہر ہے مرام غالب
اب چھپی شرح کلام غالب

رباعی تاریخ از قلم مشکین رقم چراغ شبستان گرم بیانی سراپا شعلہ طور سخندانی جناب ستودہ مناقب میر نوازش علیصاحب المتخلص بہ لمعہ فرزند ارجمند جناب شعلہ صاحب مرحوم

ہے قابل شکر سعی واجد صاحب
ہاتف نے کہا ہے لمعہ سال تاریخ

کیا خوب لکھی ہے شرح بہر طالب
مطبوع ہے یہہ حل کلام غالب

قطعہ تاریخ صنعت توشیح از افکار گوہر بار بلبل خوش الحان گلستان سخن واقف اسرار این فن شیفتہ شیوا بیانی نغمہ سنج بہارستان سخندانی جناب مولوی سید محمد علیصاحب نعمانی ملیح آبادی لکھنوی المتخلص بہ عرش دام لطفہ

نوشت شرح بدیوان اردوی غالب
دلیل اہل سخن والۂ بلند افکار

خیال واجد خوش فکر چون بجوع نمود
شگفتہ غنچۂ تازہ بنظر نوبہار

زعطر بیزے افکار ہر دو اہل کمال
شمیم زلف سخن جان دمید در اشعار

نوشت عرش سن او بصنعت توشیح
حروف فرق بحساب آیت بے تکرار

۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ از کوکب درخشندۂ اوج سخنوری کامیاب و کامران میدان فصاحت گستری بلاغت نشان گوہر فشان شیرین بیان جناب والا مناقب آس صاحب شاہپوری صدر انجمن جلسۂ اتحاد و وائس پریسیڈنٹ آف محمڈن عثمانیہ کلب حیدرآباد دکن

آفرین بر حضرت واجد کہ ہست
چرخ شعر و شاعری را آفتاب

چون رقم فرمود این نایاب شرح
بر کلام غالب عالیجناب

گفت ہاتف سال طبعش اینچنین
روح افزا ہست شرح لاجواب

۱۳۱۹ھ

ولہ ایضاً

کرد تصنیف چو این شرح جناب واجد
بدل و جان ہمہ عالم شدہ آنرا طالب

خواستم از فلک پیر چو سال طبعش
ہاتفم گفت بگو شرح کلام غالب

۱۹۰۲ء

قطعۂ تاریخ از سخنور شیرین مقال شائق کمال مورخ بیمثال

نیک خصال ستودہ مناقب جناب میر یاور علی صاحب
اعظم تلمیذ حضرت داغ دہلوی ساکن حیدرآباد دکن

چنین شرح بنوشت واجد کنون ‌‌ ‌ز چشم عدو خون حسرت چکید
سن عیسوی گفت اعظم سرش ‌‌ ‌نگر شرح دیوان غالب پدید
۱۹۰۲ء

ولہ

لکھی شرح زیبا جو واجد نے اعظم ‌‌ ‌ہوا انکا احسان اہل نظر پہ
کہی میں نے تاریخ بے چشم بد اب ‌‌ ‌چھپی آج وجدان تحقیق بہتر
۱۱ ۱۳۱۹ھ

ایضاً

کہ میں واجد کے سے یہاں عالم ‌‌ ‌دی عنایت شفیق و نیک شیم
مشفق من جناب واجد نے ‌‌ ‌شرح چھپوائی جبکہ اے اعظم
سر اعظم سے میں نے سال کہا ‌‌ ‌منزل اوج رشک باغ ارم
۱۹۰۲ء

ایضاً تاریخ در نثر

جامع الکمالات وجدان تحقیق
۱۳۱۹ ہجری

قطعۂ تاریخ از مورخ شیرین مقال جناب ستودہ مناقب

سید علی رضا صاحب سلمہ اللہ الواہب

لکھی واجد نے ایسی شرح نایاب	کہ جس سے مطلب مشکل عیاں ہو
چلو دوڑو خریدو شائقو اب	چھپی ہے شرح زیبا تم کہاں ہو
سر امید سے ہاتف نے یا رب	لکھی تاریخ مرغوب جہاں ہو

۱۹ سنہ ۱۳۱۱

قطعۂ تاریخ از مورخ شیریں گفتار ستودہ مناقب جناب سید یوسف علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

شکر صد شکر چھپ گئی یہہ شرح	جسکا دیکھا نہیں نظیر و مثال
جو مصنف ہیں اسکے اے یوسف	میرے استاد ہیں وہ نیک خصال
کوئی پوچھے جو سال طبع کتاب	کہہ بلند اختری واجد سال

۱۱ ۱۳۰۰

قطعۂ تاریخ از ہیچمدان خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص بہ واجد مصنف وجدان تحقیق فرزند حضرت والد مرحوم و مغفور

دارم امید قدر ز نواب عجائب ملک	زین شرح تازہ ام کہ بصد آب طبع شد
ہاتف سرود مصرع برجستہ اش چنین	شرح جدید و مفرط و نایاب طبع شد

ایضاً

شرح چنین نادر و پاکیزہ تر	گشت چو اسے بار بصد آب طبع

گفت بمن ہاتف غیبی سنش — شرح شد دلکش و نایاب طبع
۱۳۱۹ھ

ایضاً

شرح تازہ حاملِ رمزِ جدید — کردہ ام تصنیف خوش مرغوب ہند
طالبِ معنی غالب بودہ اند — آرے این شرحی بود مطلوب ہند
سالِ طبعش خود بجو و آمد بغیب — شرحِ مضمون آفرین محبوب ہند
۱۹۰۲ء

ایضاً

ہرکہ دید این حل و این شرح جدید — از کمالِ فرخی گل گل شگفت
ہاتفِ غیبی سنِ طبعش بمن — شرحِ مضمون آفرین مبسوط گفت
۱۹۰۲ء

تمام شد تواریخ طبع کتاب

نوٹ - جن صاحبون نے میری شرح کی تاریخین کہی ہین مین انکا شکر گذار ہون اور چونکہ قدیم سے یہہ رسم چلی آتی ہے کہ کتابون کے آخیر یا اول مین تاریخین اور تقریظین درج کی جاتی ہین - لہذا مین نے بھی یہہ تاریخین شکریے کے ساتھہ یہان درج کی ہین خصوصاً عالیجناب مولوی عبدالحی صاحب وصف اور عالیجناب مولوی صدیق حسن صاحب عاشق کا مین نہایت شکر گذار ہون اور فی الحقیقت ان دونون معزز و محترم بزرگون کی تاریخین مجھہ خاکسار کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہین فقط

راقم

صحت نامہ وثوق صراحت شرح دیوان اردو غالب دہلوی

نوٹ - (=) یہہ علامت جو براکٹ مین لکھی ہے مساوات کی ہے - انگریزی مین یہہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ کے معنے بیان کرتے ہین اُس لفظ کے بعد یہہ علامت بنا دیتے ہین مساوات کی یہ علامتین اور ڈیش اور اشعار کے تعداد کی ہندسیات وثوق صراحت مین سے نکلتے ہین چونکہ مساوات کی یہ علامت اردو کی شرح مین ایک تازہ ایجاد تھا اسلئے کہین کہین چھپنے سے رہ گیا ہے لہذا مین سے نظر ثانی کرکے مع دیگر اغلاط کتابت یہہ صحت نامہ مرتب کیا ہے - اور (–) یہہ علامت جو براکٹ مین لکھی ہے فصل کی ہے جسکو انگریزی مین ڈیش کہتے ہین فقط

واجد علی عفی عنہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱	=	–	۹	۵	=	–
۵	۸	=	–	۹	۷	دیدہ	دیدۂ بیخواب
۵	۱۱	=	–	۹	۷	=	–
۶	۱۴	=	–	۱۰	۸	=	–
۷	۱۱	=	–	۱۰	۹	=	–
۷	۱۵	=	–	۱۰	۱۰	=	–
۸	۹	کو	کہ	۱۰	۱۱	=	–

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۵	=	—	۳۳	۱۳	=	—
۱۱	۱۵	=	—	۳۷	۳	سادہ دکی	سادہ دلی
۱۲	۸	=	—	۳۰	۱	اور	پھلا اور
۱۲	۸	اشد	اشد من	۳۵	۱۳	دیکھکر	دیکھکر شہزادے
۱۲	۱۰	=	—	۳۵	۱۳	ہمارے	ہماری
۱۲	۱۲	=	—	۳۶	۴	شمشا	شمشاد
۱۲	۱۵	=	—	۳۷	۲	سلک	سلگ
۱۲	۱۷	چار جو	چارہ جو	۳۷	۷	نرگس =	نرگس -
۱۳	۶	=	—	۳۸	۱۷	آ ہ	آ
۱۳	۱۰	=	—	۳۹	۱۶	خنجر =	خنجر
۱۴	۱۱	ناسوس ناسوں	ناموس	۴۰	۴	رکھتا	ترکتا
۱۷	۲	کا	کی	۴۰	۵	بے سبب =	بے سبب -
۱۸	۵	=	—	۴۰	۶	=	—
۱۸	۱۶	=	—	۴۱	۱	=	—
۱۹	۲	کے	کی	۴۱	۶	=	—
۱۹	۸	اپنی	میری	۴۱	۶	ہو عیسی صفت	ہو تم عیسی صفتا
۲۰	۸	تڑپھ	تڑپ	۴۱	۱۷	دبستان	دبستان پہ
۲۱	۴	کا	کی	۴۲	۶	نمکدان =	نمکدان -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲	۳	کی کی	کی	۵۳	۴	=	—
۴۳	۱۴	=	—	۵۴	۹	تھا	تھی
۴۳	۱۴	کر	تاکہ	۵۵	۱۵	=	—
۴۳	۱۶	اوسکی	اِسکی	۵۵	۱۶	یک	اک
۴۴	۱۴	=	—	۵۶	۳	=	—
۴۵	۱	ہوجاتا	ہوجاتی	۵۷	۸	اپنی	میری
۴۵	۸	کیاجاے	کرتا جاے	۵۷	۱۴	کی	کو
۴۵	۱۷	کا	پر	۵۸	۷	=	—
۴۶	۱۲	ہے	ہی	۵۸	۱۶	کی	کو
۴۷	۱۱	=	—	۶۰	۲	=	—
۴۹	۱۳	=	—	۶۲	۵	=	—
۵۰	۲	=	—	۶۲	۹	سر	کر
۵۰	۵	گزار	گداز	۶۲	۱۶	توبیندہ	نویسندہ
۵۱	۲	پونچے	پھونچے	۶۲	۱۷	کی	کے
۵۱	۱۱	رخ نگار =	رخ نگار -	۶۳	۵	خوف =	غوف -
۵۲	۲	کرتی ہے	کرتا ہے	۶۳	۱۴	اث	اُن
۵۲	۷	بیم رقیب الخ =	بیم رقیب الخ -	۶۴	۱	آئے	آ بے
۵۳	۱	جلہ	جلے	۶۴	۱۰	حقیقت =	حقیقت -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴	۱۰	عرب	عزت	[illegible]	۱۵	ہم	ہم تو
۶۴	۱۴	=	—	۷۴	۷	استغفاری	استخباری
۶۴	۱۴	مشاہدہ	مشاہد	۷۴	۸	نہیں =	نہیں —
۶۵	۳	آئینہ	آئنہ	۷۵	۳	جسکا	جسکو
۶۷	۱	کہ ہے =	کہ ہے —	۷۵	۸	=	—
۶۷	۲	=	—	۷۵	۸	=	—
۶۷	۶	طاقت	وہ طاقت	۷۸	۱	نتھی	تہی
۶۷	۱۴	=	—	۷۸	۲	تھی	تہی
۶۸	۲	الخ =	الخ —	۷۸	۴	سرسر	صرصر
۶۸	۱۰	جانتاہے	جانتاہے کہ	۷۸	۶	آئینہ	آئنہ
۶۹	۲	دی ہے	دیا ہے	۷۸	۷	پا =	با —
۶۹	۱۱	ہی	ہے	۷۸	۱۵	=	—
۶۹	۱۵	پون	یون	۷۹	۹	اپنا	اپنی
۷۰	۱	اس کا	اس کی	۷۹	۱۱	اُس سے	اِس سے
۷۰	۴	=	—	۸۰	۱۱	قوت	فوت
۷۰	۱۴	=	—	۸۰	۱۲	نہ پہونچا	نہ پہونچے
۷۱	۶	یہان تک	یہانتک کہ	۸۰	۱۳	اگر	گر
۷۱	۱۰	=	—	۸۰	۱۴	=	—

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۳	کو	کو کہ	۹۴	۱۶	آب	اب
۸۱	۳	ہاتون	ہاتھون	۹۵	۱۰	الخ =	الخ –
۸۱	۶	ہین =	ہین –	۹۶	۳	=	–
۸۱	۱۰	دہونڈے	ڈھونڈتے	۹۶	۱۱	سمجھنی محال ہے	+
۸۲	۳	الخ =	الخ –	۹۷	۲	آئینہ	آئنہ
۸۳	۳	وہ	رہ	۹۷	۳	=	–
۸۴	۹	ہم	ہم پہنچتے نہین	۹۷	۱۱	=	–
۸۴	۱۳	الخ =	الخ –	۹۷	۱۷	منتشر ہے =	منتشر ہے –
۸۵	۱۰	=	–	۹۸	۳	نکہون	نکیون
۸۵	۱۲	=	–	۹۹	۱	عنقا ہے =	عنقا ہے –
۸۶	۱۲	سرگران –	سرگران =	۱۰۰	۱۲	=	–
۸۶	۱۶	=	–	۱۰۲	۵	الخ =	الخ –
۸۹	۱۱	=	–	۱۰۳	۷	نگہت	نکہت
۹۰	۳	الخ =	الخ =	۱۰۳	۸	=	–
۹۰	۵	سرنگون =	سرنگون –	۱۰۳	۱۰	الخ –	الخ –
۹۰	۱۱	نالہ	اتنا نالہ	۱۰۳	۱۷	در	ڈر
۹۲	۱۱	سکتے	سکتی	۱۰۴	۸	خراب	گیتی خراب
۹۴	۱۲	=	–	۱۰۶	۱۴	داغ سامان	داغ سامان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۶	گل ہا	گل	۱۲۹	۵	=	–
۱۰۶	۱۶	اُن کے	اُسکے	۱۲۹	۸	=	–
۱۰۹	۱	فراغتِ	فراغت	۱۳۰	۱۴	=	–
۱۰۹	۱۰	نقارہ	نظّارہ	۱۳۰	۱۷	=	–
۱۱۲	۱۳	=	–	۱۳۱	۶	=	–
۱۱۳	۴	آسئے	آسے	۱۳۱	۱۰	الخ =	الخ –
۱۱۵	۱۱	=	–	۱۳۱	۱۳	=	–
۱۱۶	۱۴	بالنعرض	بالفرض	۱۳۳	۹	بادہ پیمائی	بادپیمائی
۱۱۹	۶	میری	مری	۱۳۴	۳	مقام	درمقام
۱۱۹	۷	=	–	۱۳۴	۶	خزانہ	خزانے
۱۲۲	۵	=	–	۱۳۵	۳	میرُ	میری
۱۲۴	۱۴	گلزار	بازار	۱۳۵	۱۶	جسکا	جسکو
۱۲۵	۷	=	–	۱۳۶	۳	رشتہ دوانی	ریشہ دوانی
۱۲۵	۱۳	=	–	۱۳۶	۷	کی اندازی	کے اندازسے
۱۲۶	۱۵	=	–	۱۳۷	۵	=	–
۱۲۷	۱۲	الخ =	الخ –	۱۳۷	۸	کے	کی
۱۲۸	۲	=	–	۱۳۷	۱۴	شوق	شوخ
۱۲۸	۱۴	میری	میرے	۱۳۸	۳	کا	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱	ہنگام آرا	ہنگامہ آرا	۱۵۷	۱	ہے	ہی
۱۴۱	۱	چوڑ	چھوڑ	۱۵۷	۱۰	=	—
۱۴۱	۴	آئینہ	آئنہ	۱۵۷	۱۰	=	—
۱۴۱	۶	دیدۂ حیران =	دیدہ حیراں -	۱۵۷	۱۳	=	—
۱۴۳	۱۱	ساغرکا	ساغر کی	۱۵۷	۱۵	=	—
۱۴۴	۱۳	الخ =	الخ -	۱۵۷	۱۵	=	—
۱۴۴	۱۴	قدیم	قدوم	۱۵۸	۹	ہجرانکی	ہجران کی
۱۴۵	۴	کا	کی	۱۶۰	۱	میکشتی	میکشی
۱۴۶	۱	نفط	لفظ	۱۶۰	۱	سبھی	سمجھے
۱۴۷	۳	نگاہ الخ	نگہ الخ	۱۶۰	۹	الخ =	الخ -
۱۴۷	۴	بڑھی	بڑھی	۱۶۰	۱۵	خفای	نفعای
۱۴۷	۸	پرروا	پروا	۱۶۲	۱۲	=	—
۱۴۹	۱۳	کس سنے	کس نے کہ	۱۶۲	۱۷	یعنے عاشق	یعنے عاشق کے تخت جگر
۱۵۰	۸	پرستش	پرسش	۱۶۴	۱۵	=	—
۱۵۲	۱۷	=	—	۱۶۷	۱۰	سبجکے	سمجھ کے
۱۵۳	۱۰	=	—	۱۶۷	۱۰	کونجکے	گونج کے
۱۵۵	۱	نامیدی	ناامیدی	۱۶۹	۳	گرگئی	گر گئی
۱۵۵	۱۴	آئینہ	آئنہ	۱۷۰	۱۳	نشگا	نشکار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۰	۱۵	=	—	۱۷۵	۳	گڑوادیں	گڑوادیا
۱۷۱	۹	آئینہ	آئنہ	۱۷۵	۱۱	دردخوازی	دردخواری
۱۷۳	۸	اسکا	اسکو	۱۸۲	۵	=	—
۱۷۴	۱۵	پوچتے تھے	پوجتے تھے	۱۸۲	۶	طلاق	طاق

تمام شد صحت نامہ مرتبۂ خاکسار محمد عبدالواجد عفی عنہ واجد

نوٹ معارف کے ریمارک پر یہہ صحت نامہ نہایت احتیاط کے ساتھہ تیار کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ شائقانِ کلام غالب اس کے مطابق تصحیح کرلیں گے۔ الحمد للہ اب کوئی غلطی باقی نرہی فقط واجد عفی عنہ

۵ مئی سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
حصہ اول
ضمیمہ
باب الالف
وثوق صراحت
موسوم بہ
وجدان تحقیق
اس ضمیمہ کو
خاکسار محمد عبدالواجد واجدؔ تخلص عفی عنہ فرزند عالیجناب مولانا مولوی شیخ محمد عبد العلی
والد مرحوم و مغفور و مدرس گورنمنٹ سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن نے تصنیف کیا
مطبع نامی گرامی فخر نظامی واقع حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
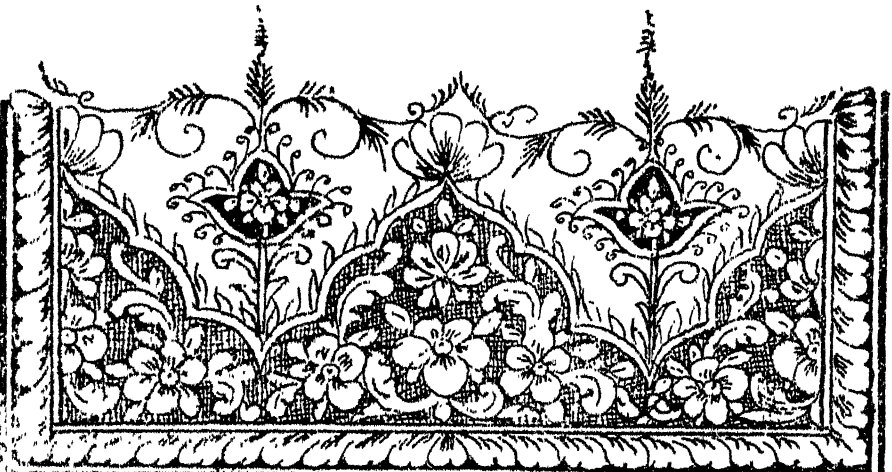
نقش فریادی ہے کسکی شوخی تحریر کا | کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

چونکہ تصویر اکثر کاغذ پر ہوتی ہے لہذا تصویر کو کاغذی پیرہن یعنے پوشاک کاغذی وارندہ قرار دیا ہے۔ اس شعر کے لتنے معنے ہوسکتے ہین کہ تصویر زبان حال سے تظلم و فریاد کرتی ہے مگر ان معنون مین کوئی لطف اور نزاکت نہین کیونکہ اس سے حاصل کچھہ نہین اور تاویل و تعبیر مین بہت کچھہ گنجایش ہے چنانچہ بعض لوگ اس شعر کو تصوف مین لیجاتے ہین اور صوفیانہ معنے بیان کرتے ہین مگر خود اُن کو یقین نہین کہ مقصود قائل یہی ہو۔ اور یہہ بہی ممکن ہے کہ مرزا نے مولانائے روم رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر سے

بشنو از نے چون حکایت میکند + وز جدائی ہا شکایت میکند

یہہ مضمون اخذ کیا ہو یعنے نے کی جگہ نقش اور شکایت کی جگہ فریاد اختیار کیا ہو اور اسی لحاظ سے اُسکو دیوان کا مطلع قرار دیا ہو مگر یہہ مضمون اس مطلع سے

صراحت اور وضاحت کے ساتھہ ظاہر نہین ہوتا - مولانا کے شعر مین جدائی کا
لفظ ایسا ہے کہ جس سے شعر کے معنے با آسانی معلوم ہوتے ہین معہذا وہ
شعر ہی ہے اور علم تصوف کے متعلق ہے - مولانائے ممدوح نے مضمون
کو سلسلہ وار تفصیل کے ساتھہ بیان فرمایا ہے - اس مطلع مین وہ بات کہان
غزل کے شعر مین اسقدر تعقید معنوی معیوب ہے گویا معنی کا خون کرنا ہے کسکی
شوخی تحریر اور پیکر تصویر یہہ ایسے الفاظ ہین جو شعر کو مورد طعن بنا رہے ہین -
کیا خدائے پاک کو کوئی عاقل شوخی یعنے شرارت کے ساتھہ منسوب کرسکتا ہے -
اسکا جواب یہی ہے کہ ہرگز نہین شعرائے فصاحت شعار کا یہی دستور رہا ہے
کہ تعقیدات معنوی سے اجتناب و احتراز کرتے رہے تاکہ کلام مہمل اور بے معنی
نہو جائے - پیرہن کاغذی = فارسی والون کی اصطلاح ہے - اسکے
معنے وثوق صراحت مین دیکھئے - نقش = صورت و نگار و تصویر -
نقوش اسکی جمع ہے اس شعر مین نقش بمعنی تصویر آیا ہے - فریادی =
فریاد کنندہ - فریاد کرنے والا - مگر اردو کے قاعدہ سے تصویر چونکہ تانیث
ہے لہذا یہان فریاد کرنے والی کہنا چاہئے یعنے تصویر کسکی شوخی تحریر کی فریاد
کرنے والی ہے - فریادی مین جو یائے تحتانی آخر مین ہے اوسکو
یائے فاعلی کہتے ہین کیونکہ اس یا کے معنے اسم فاعل کے ہوتے ہین -
کاغذی = منسوب بہ کاغذ - کاغذی کی یا - یائے نسبتی ہے - پیرہن =
اس لفظ مین بائے فارسی کو کسرہ ہے پیرہن - یعنے پوشاک و لباس -
پیرایان و پیراہن و پیرہند اس لفظ کے مترادفات ہین - پیرہن اصل مین کرتہ کو

کہتے ہین مولانا ے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ حالیا دل دامنم تنہا یافتہ است
بوے پیراہان یوسفؑ یافتہ است ٭ اور سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
؎ ز مصرش بوے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ٭
پیرہن سیمابی و پیرہن آبی - اسکے دوسرے مرکبات ہین - **پیکر** =
بروزن قیصر کالبد اور جثہ اور صورت اور تن کو کہتے ہین - یہان بمعنے عضو
اور جثہ کے معنے ہین اور پیکر بمعنی بت بہی آیا ہے لہذا بت خانہ کو پیکرستان
بہی کہتے ہین مگر اس شعر مین یہہ معنے مقصود نہین ہین - **شوخی** بوا و مجہول
طراری و بیباکی اور اس لفظ کا اطلاق اشیاے ذات الحرکت مین ہوتا ہے
محقق کامل ادیب فاضل میرزا ہدایت مرحوم امیر الشعراے پاے تخت ایران نے
فرہنگ انجمن آراے ناصری مین اس لفظ کی تحقیق کے متعلق لکہا ہے کہ درمیان
عوام شوخی کردن بمعنی ظرافت کردن معروف شدہ و لطیفہ گفتن بمعنی بذلہ گفتن
و ہر دو بخلاف است و شعرا شوخ را بمعنی معشوق خوش خُلق شہرت دادہ اند و بغلط
مشہور شدہ شیخ سعدی رح بمعنی اصل ملاحظہ کردہ و گفتہ ؎ شوخی مکن
اے دوست کہ صاحب نظرانند ٭ بیگانہ و خویش از پس و پیشت نگرانند ٭ شوخ چشم
و شوخ دیدہ معشوق بے حیا و طرار - شیخ سعدی رح گفتہ ؎ پسرے شوخ چشم
و کشتی گیر ٭ شوخ چشمی کہ بگسلد زنجیر ٭ انتہی حاصل یہہ کہ لفظ شوخ بمعنی طرار و
بیباک و دلیر آیا ہے اور یہہ لفظ معشوقون کی صفت مین ہی مستعمل ہوتا ہے
اور اسکے معنے ظریف الطبع اور معشوق خوش خُلق کے غلط ہین - اس کے مرکبات
شوخ چشم - اور شوخ دیدہ - اور شوخ رو - اور شوخ زبان - اور شوخ طبع - اور

اور شوخ طبیعت اور شوخ تراز و صحیح اور مستعمل اور مشہور ہین - چونکہ روزمرہ اور بول چال مین اہل لسان واو معروف و مجہول مین کچھہ فرق نہین کرتے لہذا شوخ کو واو معروف کے ساتھہ ہی بولتے ہین اگرچہ وہ اصل مین بواو مجہول ہے - ہندوستان مین شوخی بمعنی خوبی بہی مشہور ہے چنانچہ شیخ ناصر علی سرہندی کہتے ہین ؎ باین شوخی غزل گفتن علی از کس نمی آید * بایران میفرستم تا کہ میگوید جوابش را * چنانچہ تذکرہ گلزار اعظم مین شیخ ناصر علی کے اس شعر کے تحت مین شوخی کے معنے خوبی لکھے ہین مگر اہل لغت نے اس معنی کو نہین لکھا ہے - غالباً یہہ مجازی معنے ہونگے - مرزا غالب مرحوم کے اس مطلع مین ہر اور پیکر کے الفاظ زائد و حشو قبیح ہین کیونکہ صرف اسقدر کہدینا کہ تصویر کا پیرہن کاغذی ہے ادائی مطلب و اظہار مضمون کے لئے کافی و مکتفی ہے مگر یہہ بہی اشتباہ ہوسکتا ہے کہ یہہ الفاظ تاکید کی غرض سے لائے ہین کاغذین جامہ بمعنی کاغذی پیرہن فارسی مین آیا ہے -

کاو کاو سخت جانیہای تنہائی نہ پوچھہ	صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا

یعنے مین شب فراق مین صبح ہونے سے پیشتر مرجاؤنگا - کاو کاو - حاصل بالمصدر ہے کاویدن کا - کاویدن کے معنے ہین کہودنا - کاو کاو یعنے تفحص و تجسس اور تراشنا اور زمین کہودنا - اصل مین خزانون اور دفینون کی تلاش کو کاو کاو کہتے ہین مگر یہہ لفظ استعمال کے لحاظ سے لفظ عام نہین ہے بلکہ خاص موقع پر بولا جاتا ہے یعنے ناخن سے دماغ

یا زخم کے کھودنے اور کریدنے کو کاوکاو کہتے ہین - کاو تنہا امر کا صیغہ ہے
کاویدن سے - اوسکی تکرار سے یعنے کاوکاو کہنے سے حاصل مصدر بنایا گیا ہے
اور کاوش اسکا مترادف لفظ ہے جو کاوفتن کا حاصل مصدر ہے - مین نے
بعض صاحبون کی زبان سے سنا ہے کہ لفظ کاوکاو پر اعتراض کرتے تھے
اور کہتے تھے کہ یہہ لفظ غیر فصیح ہے اور غزل مین لانے کے قابل نہین ہے
مگر غالب کہا کرتا ہے کہ اس لفظ کی صحت اور فصاحت مین کوئی شک نہین ہے
چنانچہ عرفی شیرازی رح فرماتے ہین ؎ سینہ گریہ دوست ندارد تو آرام گیرست
یا کاوکاو دیدہ و دل یا گریستن + اور میرزا صائب رح فرماتے ہین ؎
از کاوکاو آن مژہ ام بیخبر ہنوز + نگرفتہ خون مین زبان نیشتر ہنوز +
سخت جان = وہ جاندار ہے جسکی جان اسکے بدن اور قالب سے دیر اور
مشکل کے ساتھ نکلے - آسانی سے اسکی جان اسکے جسم سے جدا نہو یہہ اسم
صفت ہے از قبیل نیک سیرت و جوان بخت و دراز قامت وغیرہ یعنے ایک
اسم صفت اور دوسرے اسم غیر صفت سے مرکب ہے - سخت جانی = اسکا
اسم ذات ہے بمعنی مصدر یعنی سخت جان ہونا سخت جانی مین جو یا ہے وہ یای مصدری ہے
کیونکہ اس یا کے معنے مصدر کے ہوتے ہین - جب اسم صفت کو اسم ذات
بنایا چاہتے ہین تو اسم صفت کے آخر مین یاے مصدری لگا دیتے ہین -
جیسے نیکی و بدی - یعنے نیک ہونا اور بد ہونا اس شعر کے مصرع اول مین پوچھ کی
جگہہ مپرس رکھدیا جائے تو سالم مصرع فارسی ہوجاتا ہے مصرع
کاوکاو سخت جانی ہاے تنہائی مپرس -

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا	جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے

سینۂ شمشیر = یعنے صدر شمشیر شمشیہ کی دہار سینہ شمشیر فارسی کے اہل لسان کی اصطلاح نہین ہے یہہ ترکیب مرزا صاحب کے اختراعات مین سے ہے اہل لسان دم شمشیر اور دم تیغ اور دم خنجر اور لب تیغ اور دہن تیغ اور روے تیغ کہتے ہین اور اوسکی عنادیت پشت شمشیر ہے مرزا صائب رح فرماتے ہین سے پشت شمشیر سوال از دم بود خونریز تر ٭ خامشی را بدتر از ابرام میدانیم ما مرزا غالب کے اس شعر کے اندرون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے اس شعر مین شمشیر کو سینہ سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ بانکپن اور اکڑنا اور تننا ہے اگر شمشیر کو مشبہ اور سینہ کو مشبہ بہ قرار نہ دین تو معنی شعر مین خلل واقع ہوتا ہے یعنے شمشیر کو شخص ذی روح قرار دینا پڑیگا جو نہ لطف اور پر تصنع بات ہے بلکہ شعر پایۂ بلاغت سے بالکل گر پڑیگا۔ شعر کا مضمون ظاہر ہے کہ دم شمشیر جو شمشیر سے باہر ہے اسکی وجہ یہہ ہے کہ عاشق جو شایق شہادت ہے اس کے جذبۂ بے اختیار شوق نے اسکو تلوار سے باہر کہینچ لیا ہے شمشیر = مرکب ہے شم اور شیر سے شم بمعنی ناخن اور شیر بمعنی اسد درندہ مشہور چونکہ تلوار کی شکل ناخن شیر سے مشابہت رکھتی ہے لہذا فارسی مین تلوار کو شمشیر کہتے ہین ۔

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا	آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے

لغات لغا مرزا نے یہہ شعر اپنے اُن اشعار کی نسبت کہا ہے جو طرز خیال ہندی مین

فکر کئے ہین اور طریقۂ بیدل رح پر کہے ہین کیونکہ جو اشعار صاف ہین اونکا مدعا
تو اظہر من الشمس ہے اور مرزا کے صاف اشعار کی حلاوت و لطافت
اور اُن کی عمدگی اور دلچسپی اور اُن کی شیرینی و تازگی کل اُستادون کے
پاس مقبول اور جمہور کے نزدیک مسلم ہے اور اُنہین صاف اشعار سے
مرزا کی استادی کا ڈنکا تمام ہندوستان مین بجا ہوا ہے - مرزا غالب کے
جو اشعار سیدہے سادے اور صاف ہین وہ مرزا رفیع سودا رح اور میر تقی میر رح
کے اعلیٰ اور منتخب اشعار سے کچھہ کم نہین ہین - مرزا نے راستی اور سچائی کی
راہ سے یہہ شعر کہا ہے اور اس شعر مین اپنی خرابی طرز کا آپ ہی اعتراف کیا ہے
اسی کو انصاف کہتے ہین درحقیقت مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا جلال
اسیر اور مرزا غالب وغیرہ نے جو اشعار خیال بندی کی روش ناہنجار پر
کہے ہین وہ مہمل اور بے معنی نہین ہین تو کیا ہین - ہر ایک شخص اُنکا ایک
علیحدہ معنیٰ بیان کرتا ہے - بھلا یہہ بہی کوئی جادۂ گفتار ہے - سراسر درد
و سرمایۂ آزار ہے - ایسا کلام خیالات بنگ کا ہمدم و رازدار ہے - یا بقول
مرزا عنقا کردار ہے - چونکہ اس شعر مین مدعا کو عنقا قرار دیا ہے لہذا شنیدن
کو دام کہا ہے - میرے کی جگہ اپنے تاکید کی غرض سے کہا ہے آگہی =
واقفیت و شناسائی - آگاہی کا مخفف ہے اس شعر مین آگہی کو صیاد اور
شکاری سے تشبیہ دی ہے کیونکہ شنیدن دام اور مدعا عنقا ہے تو اُن کیلئے
کوئی شکاری ضرور تہا - مشبہ بہ کو جو صیاد ہے حذف کر دیا ہے اور اِسکو علم
بیان مین استعارہ بالکنایہ اور استعارہ مکنی کہتے ہین -

...نقا قرینہ ہے اور یہہ استعارہ تخئیلیہ ہے - یعنے قرینہ کو استعارہ
...تے ہین - استعارہ مکنی کا پورا بیان علم بیان مین دیکھنے سے
...ا.. دام بچھانا = دام گستردن کا ترجمہ ہے مدعا = مطلب
...لغت عربی مین سیمرغ کو کہتے ہین اس طائر کی گردن دراز ہوتی
...لوگ عنقا بالضم کہتے ہین اور یہ غلط ہے اس پرندے کے
...کی نقلین مشہور ہین بعض حضرات کہتے ہین کہ اس پرندے کا
...زمانہ مین تھا اور اب نہین ہے آدمیون کے بچون کو اٹھا کر
...تا تھا اور یہہ اسکی غذا تھی لہذا کسی پیغمبر صاحب کی بددعا سے
...مین محصور اور بند ہوگیا بعض حضرات کہتے ہین کہ اسکا وجود فرضی ہے
...نے اسکو نہین دیکھا ہے بہرحال ہما کیطرح عنقا بھی ایشیا
...ی کا جزو اعظم ہے اور یہان کے شعرا نے اسکے متعلق بہت سے
...مضمون پیدا کئے ہین -

...ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا	موے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

مطلب یہہ ہے کہ میرے پاؤن مین زنجیر نہین ہے - حالانکہ میرے پاؤن مین زنجیر
پہنا دیجاتی ہے مگر اسکے حلقے میری آتش عشق سے موے آتش دیدہ کیطرح
جل جاتے ہین اور مین سراپا آزاد اور غیر مقید نجاتا ہون - مرزا نے
اس مضمون کو دوسری جگہ اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ مانع دشت نوردی کوئی
تدبیر نہین ÷ ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین ÷ غالب = منادی

یعنی اے غالب **موی** = بال - **آتش دیدہ** = آگ دیکھا ہوا -
یعنی وہ شے جسکو آگ لگی ہے - آتش دیدہ اسم صفت مرکب ہے جو دو اسمون سے
مرکب ہوا ہے ایک تو اسم ذات یعنے آتش اور دوسرا اسم مفعول یعنے دیدہ -
اسیری = قید - **آتش زیر پا** = اسکے مجازی معنے ہین مضطرب و بیتاب
مگر یہان مجازی معنے مراد نہین ہین بلکہ حقیقی معنون کو اختیار کیا جانا ہے تا کہ
شعر کے معنی مین خلل واقع نہو - **بسکہ** = بسکہ اور از بسکہ اور بس اور از بس
یہہ چارون لفظ مترادف ہین اور کثرت اور افراط و فراوانی و بہتات کے
معنون مین آتے ہین - بسکہ اور از بسکہ اور از بس اردو زبان مین مستعمل ہین
مگر بس بمعنئ افراط و کثرت صرف فارسی مین آتا ہے نہ اردو مین - اور ان
لفظون مین کاف کا حذف کر دینا جائز ہے اور کبھی حرف از کو بھی حذف
کر دیتے ہین - بسکہ یعنے کثرت سے اور افراط سے اور از حد کہ - یہان یہہ سوال
پیدا ہوتا ہے کہ از بسکہ اور بسکہ مین جو کاف ہے یہہ کس قسم کا کاف ہے اسکا جواب
یہہ ہے کہ کاف زائد ہے اور یہہ کاف کاف صلہ اور کاف بیان بہی ہو سکتا ہے
اسمین از سبب اور تعلیل کے لئے آتا ہے - بس کے معنے مین بہت
اور کافی اور خاموش ۳ یعنے خاموش ہو بصیغۂ امر - سعدی رح نے آتش ل
زمستان کی صفت مین کہا ہے **س** بس کس کہ ز زردشت بگردید وکنون
باز + ناچار کند روے سوی قبلۂ زردشت + بس کس - یعنے بہت لوگ
بہت سے اشخاص حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین **س** اول و آخر
قرآن زچہ با آمد وسین + یعنے اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس + از انہین

کافی ومکتفی وکفایت کنندہ۔ کسی کا فارسی شعر ہے ؎ روز و کہ شکایت تو
ناگفتہ بہ است ✤ بس بس کہ حکایت تو ناشنفتہ نکوست۔ بس بس یعنے خاموش
ہو خاموش ہو۔ بسند اسکا مترادف ہے۔

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ	مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

تحفہ اور ارمغان اور ہدیہ یہہ تینون لفظ مترادف ہین۔ تحفہ اور ہدیہ عربی الفاظ ہین
اور ارمغان فارسی کا لفظ ہے۔ شاعر نے جراحت اور الماس اور داغ جگر کو
تحفے قرار دئے ہین اور ان تحفون کو جان دردمند کے غمخوار اور غم گسار
مقرر کئے ہین۔ مطلب یہہ ہے کہ جو جو مصائب اور تکالیف ہم پر پڑتے ہین
ہم اُن کی برداشت کرتے ہین اور ہمت نہین ہارتے بلکہ اون تکلیفون اور
مصیبتون کو آرام وراحت خیال کرتے ہین اور اسی واسطے اُن کو غمخوار جانتے ہین
اور اُن کی آمد پر مبارک دیتے ہین۔ ابن نصوح شیرازی رح کہتا ہے
رباعی با فاقہ و فقر ہمنشینم کردی ✤ بے مونس و بے یار و قرینم کردی ✤
این مرتبۂ مقربان درتست ✤ آیا بچہ خدمت این چنینم کردی ✤ دوسرے
معنے یہہ ہین کہ جراحت اور الماس اور داغ جگر مہلک اور جان ستان
چیزین ہین۔ ہمکو یہہ چیزین ملی ہین اب ہم مرجائینگے اور ہم کو
مصائب سے نجات حاصل ہوگی چونکہ ہم زندگی مین مبتلائے آفات ہین۔
لہذا ان چیزون کے آنے سے خوش ہوتے ہین اور مبارکباد دیتے ہین
کہ اب مرجانے سے دنیا کے جھگڑون اور زحمتون سے نجات حاصل ہوگا

غمخوار آیا = یعنے ہدیہ غمخوار ہے - ہدیہ غمخوار آیا - آیا کی جگہ آمد کہدیجئے تو سالم شعر فارسی بنجاتا ہے ۔ جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ - مبارک باد اسد غمخوار جان درد مند آمد -

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروی کار | صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا

قیس = مجنون عامری کا نام ہے جو قبیلۂ بنی عامر کے ایک رئیس کا بیٹا تہا - لیلاے عامری پر عاشق تہا اور اوس کے عشق مین سنہ ۸۰ ہجری مین انتقال کیا کہتے ہین کہ لیلی بہی اوس پر عاشق تہی - اور = دوسرا - دیگر - بروی کار آنا = بروی کار آمدن کا ترجمہ ہے - بروی کار آمدن یعنے میدان مین آنا - رونق پذیر ہونا - مشہور ہونا - ظاہر ہونا - آشکار ہونا - میرزا صائب رح فرماتے ہین ۔ یاقوت آبدار تو آورد عاقبت + لعلی سرو کار کہ ریحان بگرد رفت + خط را بروے کار آورد یعنے خط کو ظاہر کر دیا - بہ = بای تشبیہ بمعنی مانند - بہ تنگی چشم حسود یعنے مانند تنگی چشم حسود - حسود = بفتح اول وضم ثانی بروزن فعول بدخواہ اور بہت حسد کرنیوالیکو کہتے ہین - تہا کی جگہ بود لکہدیجئے تو مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود + مین نے ذرا سے تغیر وتبدل مین اس شعر کو پورا فارسی بنادیا ہے - جز قیس ہیچ مرد نیامد بروی کار صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود +

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست | ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تہا

نقش درست کرنا = یعنے نقش بنانا - نقش تیار کرنا - یہہ محاورہ فارسی
یعنے نقش درست کردن کا ترجمہ ہے - سویدا = کالا نقطہ جو دل پر ہوتا ہے -
ترکیب نحوی مین نقش سویدا مفعول بہ ہے یعنے آشفتگی نے نقش سویدا کو
بنایا پریشانی اور آشفتگی یہہ دو نو لفظ مترادف ہین اور فارسی مین
آشفتگی بمعنی پریشانی کثرت سے مستعمل ہے چنانچہ میرزا صائب رح فرماتے ہین
ے آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما ٭ فانوس گرد باد شود بر چراغ ما ٭
اور مولانا ظہوری رح فرماتے ہین ے واعظ چہ کنی دستہ حدیث
گل و سنبل ٭ برخیز کہ آشفتہ دماغ است دل ما - اور آشفتہ جس سے لفظ
آشفتگی بنا ہے اردو مین بہی بمعنی پریشان کثرت سے آیا ہے چنانچہ ے
وبال آشفتہ حالون کی پریشانی کا پڑتا ہے ٭ جو کنگہی کو سواد زلف مین تشہیر
کرتے ہین اور راقم الحروف کا شعر ہے ے نسیم صبح اس کا کل فشانی
سے ہے آشفتہ ٭ ذرا کہنا وہ بو اے نافۂ تاتار کیسی ہے ٭ فرہنگ
انجمن آرا ے ناصری مین لکہتے ہین کہ آشفتہ بروزن آلفتہ بمعنی بہم برآمدہ و
پریشان - اور لغت بہار عجم مین لکہا ہے کہ آشفتگی - پریشانی و شوریدگی
و بالفظ کشیدن و پذیرفتن بصلہ از مستعمل - پس بعض اصحاب جو یہہ کہتے ہین
کہ آشفتگی بمعنی پریشانی نہین آیا یہہ قول انکا غلط ہے - داغ = یعنے
وہی داغ سویدا جو مصرع اول مین آیا ہے - اصل مین یہہ شعر اسطرح ہے
ے آشفتگی نے داغ سویدا کیا درست ٭ ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ
دود تہا - مگر چونکہ اس موقع پر تکرار لفظی معیوب ہے لہذا داغ سویدا کی جگہہ مین

نقش سویدا کہا ہے۔ مصرع ثانی مین داغ سے مراد داغ سویدا ہے جو ابہی مذکور ہوا ہے۔ لفظ داغ کے معنی ہین دہبا اور نشان اور زخم اور غم وغیرہ۔ اردو والون نے داغ کو نا یعنے علامت مصدر لگا کر داغنا مصدر بنا لیا ہے اور اسکے معنے ہین فیر کرنا اور توپ یا بندوق چہوڑنا لہذا داغ بصیغۂ واحد امر حاضر بہی آیا ہے مگر فارسی مین داغیدن کوئی مصدر نہین ہے۔ داغ فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہہ بہی لفظ ہے جسکو ہندی مین داگ بکاف فارسی کہتے ہین داک کے معنی جلانے اور سوختن کے ہین۔ داغ اُٹہانا اور داغ دینا اور داغ کہانا اور داغ لگنا لفظ داغ کے مرکبات ہین۔ **دود** = دہوان **سرمایہ** = متاع اور پونجی۔ مرزا کے اس شعر کا مطلب یہہ ہے کہ سویدا جو سیاہ رنگ ہوتا ہے وہ دود غم سے بنایا گیا ہے اور اسی واسطے ہر انسان کا بلکہ ہر جاندار کا دل دنیا مین غم و اندوہ سے خالی نہین ہے۔ ہر شخص کا دل کسی نہ کسی وقت مبتلائے غم ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سویدا کا سرمایہ غم کا دہوان ہے۔ ظاہر ہے کہ دہوان بہی سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سویدا بہی سیاہ ہوتا ہے اور غم کا تعلق دل کے ساتہہ ہے اور سویدا دل پر ہوتا ہے لہذا مرزا نے یہان سے یہہ مضمون نکالا کہ دلون کا آشفتہ و پریشان و غم زدہ ہونا اس بات کو بتا رہا ہے کہ سویدا کا سرمایہ دودِ آشفتگی اور دودِ پریشانی یا دودِ غم ہے جسکی وجہ سے دلون کا آشفتہ و پریشان ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔

تہا خواب مین خیال کو تجہہ سے معاملہ	جب آنکہہ کہل گئی نہ زیان تہا نہ سود تہا

خواب و خیال صنعت مراعات النظیر ہے اور زیان و سود صنعت تضاد ہے جسکو صنعت طباق بھی کہتے ہین - آنکھہ کہل جانا = یعنے جاگنا اور بیدار ہو جانا - شعر صاف ہے اور اُسکا مضمون ظاہر ہے -

لیتا ہون مکتبِ غمِ دل مین سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تہا

یعنے مکتب غم دل مین ہنوز مبتدی ہون - آیندہ بڑے بڑے غم و اندوہ اس عاشقی مین سہنے کرنے کے ہین - رفت گیا اور بود تہا یہہ ابتدائی چیز ہین ہین جیسے مبتدی اطفال الفاظ یاد کیا کرتے ہین -

ڈہانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی	مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تہا

داغ = دہبا - عیوب = عیب کی جمع ہے - برہنگی = ننگاپن - ننگ شرم و عار - وجود = ہستی و زندگی - شعر صاف ہے یعنے میرے مرجانے سے میرے عیوب برہنگی پوشیدہ و مخفی ہو گئے - کفن نے یعنے موت و مرگ نے کیونکہ مردہ کو کفن پہناتے ہین لہذا کفن سے موت کا استعارہ کیا ہے کفن بنے مین دونون کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ثقل اور تنافر پیدا ہو گیا ہے -

تیشے بغیر مر نسکا کوہکن اسد	سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تہا

تیشے بغیر = یعنے بغیر تیشے کے - کوہکن = فرہاد کا لقب ہے جو شیرین کا عاشق تہا - رسوم = رسم کی جمع ہے - قیود = قید کی جمع ہے - تیشہ

بسولا۔ مصرع ثانی مین تھا کی جگہہ بود لکھدیا جاے تو سالم مصرع فارسی ہو جاتا ہے
مصرع۔ سرگشتۂ خمار رسوم وقیود تھا ۔ سرگشتہ = حیران وپریشان۔
چونکہ خمار کا اثر دماغ پر زیادہ تر ہوتا ہے لہذا سر کا لفظ مناسب خمار ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا	دل کہان کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا

دل کہان الخ ۔ یعنے ہم نے دل کے عوض مین مدعا و آرزو و تمنا سے معشوق پائی ہے ۔ ہمارے سینہ مین دل نہین ہے بلکہ تمناے معشوق ہے ۔
کہتے ہو کا مخاطب معشوق ہے ۔

دوستدار دشمن ہے اعتماد دل معلوم	آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

جو دوست تھا وہ دشمن ہے اور دل جس پر بہروسا تھا وہ بے اعتبار ہے اور آہ بے اثر ہے اور نالہ نارسا ہے یعنے ہماری یہہ حالت ہے اور ہم ان مصائب مین مبتلا ہین جیسے خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین
شعر شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل ٭ کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا ٭ اور مرزا نے فارسی دیوان مین کہا ہے شعر
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز ٭ گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتہ است
اس شعر کے دوسرے معنے یہہ ہین کہ آہ و نالہ جو پہلے اثر اور رسائی کے لحاظ سے دوستدار تھے اب بسبب بے اثری و نارسائی کے دشمن ہین چونکہ آہ و نالہ کا تعلق دل کے ساتہہ ہے لہذا دل پر بھروسا نکیا چاہئے

کیونکہ دل کبھی دوست بنجاتا ہے اور کبھی دشمن ہو جاتا ہے - دوست و دشمن
صنعت تضاد ہے جس کے دوسرے نام صنعت طباق اور صنعت مطابقہ
ہین - دوستدار کو بلا اضافت پڑہنا چاہیئے کیونکہ اس بیت مین تقابل پایا جاتا
ہے یعنے مرزا نے مصرع ثانی مین دو چیزین بیان کی ہین - ایک چیز آہ اور
دوسری نالہ - اُن کے تقابل مین بلحاظ ترتیب مصرع اول مین دوستدار
اور اعتماد دل دو چیزین مطلوب ہین - دوستدار کو باضافت پڑہین تو دل
اوسکا مبتدا ہوگا - اس حالت مین مصرع اول مین ایک ہی اسم مذکور ہوا اور
تقابل کا لطف جاتا رہا - درحقیقت یہہ مضمون خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ
کا ہے - خواجہ رح فرماتے ہین سه شب تاریک بیم موج و گردابے چنین ہایل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا - لیکن خواجہ کے شعر مین (حال ما)
ایسا لفظ ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ آپ بیتی فرمارہے ہین
جگ بیتی یا پر بیتی کی ٹھیک نہین - کیونکہ اسمین وہ کیفیت نہین جو خاص اپنے
دل اور دماغ اور طبیعت مین پیدا ہوتی ہے - معلوم = فارسی کا محاورہ
ہے بمعنی نیست اسکے معنی یہہ ہین کہ نہین ہے چنانچہ حیدری تبریزی
کہتا ہے رباعی درکشور ہند شادی و غم معلوم + آنجا دل شاد و جان
خرم معلوم + جائیکہ بیک روپیہ آدم نخرند + آدم معلوم و قدر آدم معلوم
یعنے کشور ہندوستان مین شادی اور غم نہین ہے اور وہان دل شاد
اور جان خرم نہین ہے اور آدمی نہین اور قدر آدمی کی نہین -

حسن کو تغافل مین جرات آزما پایا		سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری

یعنے سادگی کے لئے پرکاری اور بیخودی کے لئے ہشیاری لازم ہے ۔ کیونکہ حسن جو سادہ اور بیخود ہے عین تغافل مین جرات آزمائی کر رہا ہے جو پرکار اور ہوشیار کا کام ہے یعنے معشوقان حسین سادہ پرکار اور مست ہشیار ہین ان کو سادہ و مست نکہیے بلکہ پرکار و ہوشیار کہنا چاہیے کیونکہ اگر سادہ اور مست ہوتے تو جرات آزمائی نکرتے ۔ یہان تغافل سے مراد سادگی اور بیخودی ہے ۔ تغافل مین یعنے سادگی و بیخودی مین کیونکہ جو شخص سادہ و بیخود ہوگا وہ ضرور غافل ہوگا ۔ سادہ حسن کے صفات مین سے ہے مگر بیخود حسن کی صفت میرے دیکہنے مین نہین آئی ۔ اگر بیخودی کے معنی حیرت لئے جائین تو بہی حسن کی صفت حیران نہین ہو سکتی ۔ یہہ الفاظ یعنے حسن حیران و حسن بیخود اُستادون کے کلام مین نہین دیکہے گئے ۔ **پرکاری** = یعنے عیّاری و طرّاری و مکّاری ۔ **بیخودی** = یعنے مدہوشی و حیرت سادگی و پرکاری اور بیخودی و ہشیاری مین واو ملازمہ کا ہے اور سادگی و پرکاری اور بے خودی و ہشیاری صنعت تضاد ہے ۔ یہہ طرز گفتار فصحا کے پاس معیوب اور نہایت بدنما ہے کیونکہ صرف الفاظ بطور اشارہ رکہدئے ہین مقصود قائل مین بے انتہا تعقید ہے ۔ نہ علوم مرزا صاحب کیا کہنا چاہتے تہے اور کیا کہہ گئے ۔ اس شعر کا پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری +

غنچہ پہر لگا کہلنے آج ہم نے اپنا دل	خون کیا ہوا دیکہا گم کیا ہوا پایا

غنچے اور دل مین تشبیہ تامہ اور تشبیہ حسی ہے اور اسی تشبیہ کیوجہ سے مرزا صاحب نے یہہ عمدہ مضمون پیدا کیا ہے غنچہ = گل ناشگفتہ کو کہتے ہین - بعض اہل تحقیق لکھتے ہین کہ غنچہ اصل مین گُنجہ ہے اور مصدر گنجیدن سے بنایا گیا ہے کیونکہ غنچہ مین گنجیدگی اور گرد آوری ہوتی ہے - اور لہذا غنچہ بجیم عربی صحیح ہے نہ بجیم فارسی - اگرچہ یہہ تحقیق قرین قیاس ہے اور معقول معلوم ہوتی ہے مگر غنچہ بجیم فارسی کہنا چاہئے کیونکہ یہہ لفظ اسیطرح گوش آشنا اور مشہور ہوگیا ہے - غنچہ بجیم عربی رکیک اور غیر فصیح ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اہل فصاحت نے اس لفظ مین گاف کی جگہ غین معجمہ اور جیم عربی کی جگہ جیم فارسی کو فصاحت کے لئے اختیار کیا ہے -

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی	ہمنے بارہا ڈھونڈھا تم نے بارہا پایا

یعنی اے معشوق ہمارا دل تمہارے پاس ہے ہمارا دل ہمارے پاس نہین ہے - بلکہ تمہارے نزدیک ہے کیونکہ تم نے اسکو بارہا حاصل کیا ہے - اس شعر مین یعنی حشو قبیح ہے -

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا	آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزا پایا

یعنی شور پند ناصح سے ہمارا زخم عشق بڑھ گیا - جیسے زخم پر نمک چھڑکنے سے سوزش بڑھجاتی ہے مگر ناصح کا کوئی فایدہ نہوا لہذا ناصح نے فضول گوئی کی - یہہ رندانہ مضمون ہے - اس غزل کا وزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ہے

اس بحر کا نام بحر ہزج مثمن اشتر ہے۔ یہان زخم کے حقیقی معنے جراحت مراد نہین ہین بلکہ مجازی معنے عشق و عاشقی اور اسکی آوارگی مراد ہین۔ آپ سے یعنے ناصح سے یہان شور کے معنے غوغا و آشوب کے ہین اور چیز نمک و نمکین کو بھی شور کہتے ہین اگرچہ یہہ اخیر کے معنے اس شعر مین مقصود و مطلوب نہین ہین مگر لفظ نمک کے ساتھہ تناسب و مناسبت رکھتے ہین لہذا لفظ شور سے اس شعر مین صنعتِ ایہام التناسب پیدا ہو گئی اور چونکہ بے تکلف اور بلا تصنع واقع ہوی ہے لہذا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ہے۔ صنعت ایہامُ التناسُب کی تعریف یہی ہے کہ معنی غیر مقصود کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ جو کلام کے اندر آیا ہے تناسُب رکھے۔ اس شعر کا حاصل یہہ ہے کہ ناصحون کی نصیحت سے ہمارا عشق کم ہونیکے عوض زیادہ ہو جاتا ہے مرزا نے اس مضمون کو تمثیل مین بیان کیا ہے۔ عاشقون کی عادت ہے کہ نصیحت سننے سے نفرت ظاہر کرتے ہین۔

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا	آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

سوز نہان = سوزِ اندرونی جو آتشِ عشق کیوجہ سے تہا۔ بے محابا بے ہراس و بلا اندیشہ خاموش و گویا صنعتِ تضاد ہے مگر یہان گو یا ادات تشبیہ مین سے ہے۔

دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین	آگ اس گہر مین لگی ایسی کہ جو تہا جل گیا

یعنے عشق و عاشقی کی آگ ایسی لگی کہ خانۂ دل مین جو کچھہ اثاثہ تھا وہ سب
جل گیا تا بحدیکہ ذوقِ وصل اور یادِ یار جو نہایت مرغوب و مطلوب چیزین تھین
وہ بھی جلکر راکھہ ہوگئین - یہان آگ سے آتش عشق مراد ہے - عشق و
عاشقی کے نتایج اکثر ایسے ہی برے ہوا کرتے ہین چنانچہ مجنون اور فرہاد
جو دونون عاشق تھے اُن کے قصے مشہور ہین اُن دونون عاشقون کا
انجام مرگ اور ہلاکت ہوا نظیری نیشاپوری رح فرماتے ہین ؎
عشق است طلسمی است کہ در و بام ندارد + آن کس کہ ازو یافت نشان نام
ندارد - وَلَہٗ ؎ عشق کامل نیست تا در بند مال و مسکنی + آزمان آتش علم
گردد کہ سوزد خانہ را + مرزا غالب کا یہہ شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے -

میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا	مین عدم سی بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا

مصنف صاحب نے اس شعر مین لفظ ہوتا کو جو جل گیا کے بعد آنا چاہیے تھا
محذوف کردیا ہے تاکہ شعر مین تعقید معنوی پیدا ہوجائے اور شعر اپنی طرز
اور جادۂ خیال بندی پر پوری طرح سے آجائے مطلب یہہ ہے کہ مین
عنقا سے بڑھکر غائب اور عنقا سے بڑھکر مشہور ہون - یہہ بات مشہور ہے
کہ عنقا کا مقام کوہ قاف ہے مگر یہہ بات بھی معلوم ہے کہ آج تک عنقا کو
کسی نے نہین دیکھا صرف اس پرندے کا نام سنتے ہین اور فارسی کے
شعرا عنقا کو شہرت کے ساتھہ باندھتے ہین - اب شاعر یہہ کہتا ہے کہ اگر
مین ملک عدم مین ہوتا تو اسکا نتیجہ یہہ ہوتا کہ میری آہ آتشین سے بال عنقا

جلجاتا یعنے عنقا کی جگہ صرف میری شہرت باقی رہجاتی اور کوئی عنقا کا نام
نہین لیتا مگر چونکہ مین ملک عدم سے بھی پرے ہون یعنے ملک عدم کو
طے کرکے کچھہ اُس سے آگے بڑہگیا ہون لہذا میری شہرت اور میرا نام
عنقا کی شہرت اور عنقا کے نام سے بڑہکر مشہور ہے **دوسرے معنے**
میری آہ آتشین ایسی تیز وتند ہے کہ اگر مین عدم سے پرے ہوتا
تو میری آہ سے بال عنقا جلجاتا یا جل گیا ہوتا۔ **تیسرے معنے**
اے غافل میری آہ آتشین ایسی تیز وتند ہے کہ اُس سے بارہا بال عنقا
جل گیا اور اب جو بال عنقا اُس سے نہین جلتا ہے تو اُسکی وجہ یہہ ہے
کہ اب مین عدم سے بھی پرے ہون لہذا بال عنقا کو میری آہ آتشین نہین
جلا سکتی مرزا لطف علی اصفہانی آذر تخلص جو ایران کا مشہور تذکرہ نویس
اور نامور شاعر ہے اپنے تذکرہ آتشکدہ مین شیخ ناصر علی سرہندی کے
حال مین لکہتا ہے کہ **از کثرت استعارات از مثنوی او مطلبی**
مشخص نمیشود۔ میری راے مین کل خیال بند شاعرون کا کلام ایسا ہی ہے
اور مرزا کا یہہ شعر بھی ازان قبیل ہے۔ مرزا نے کتاب عود ہندی مین
جو خطوط مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام لکھے ہین اُنمین سے ایک
مکتوب مین لکھتے ہین کہ "قبلہ ابتدای فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت
کی طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہہ تھا ؎ طرز بیدل
مین ریختہ لکھنا؎ اسد اللہ خان قیامت ہے ؎ ۱۵ برس کی عمر سے ۲۵
برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا

آخر جب تمیز آئی تو اُس دیوان کو دور کیا اوراق یکقلم چاک کئے دس پندرہ شعر واسطے نمونہ کے دیوانِ حال مین رہنے دئے تمت کلامہ۔ غالباً یہہ شعر بھی اُنہین اشعار مین سے ہوگا۔ شاعر نے اس شعر مین اپنے زیادہ تر غائب اور زیادہ تر مشہور ہونے مین مبالغہ اوراغراق کیا ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ مبالغہ اور اغراق کی راہ سے کہا ہے ۵ منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے ÷ عرش سے اُدہر ہوتا کاشکے مکان اپنا یہہ شعر جو زیر شرح ہے اصل مین اسطرح ہونا چاہئے تھا جسطرح یہان نثر مین بتایا جاتا ہے نشتر مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ اے غافل بار ہا میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا ہوتا یا جلجاتا۔

دل نہین تجہکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار ۔ اِس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

کار[۱]فرما = یعنے صاحب و[۲]امر۔ فارسی مین ضرب[۳] المثل ہے کارکن را کارفرما بر سرِ کار آورد۔ مرزا کا ذہن اس ضرب المثل سے اس شاعرانہ مضمون کیطرف منتقل ہوا ہے۔ فرماتے ہین کہ میرا دل جو کارفرما تھا وہ تو جل گیا۔ اب رہگیا مین تنہا جو کارکن ہون۔ جب کارفرما نہین رہا تو کارکن کیا کر سکتا ہے۔ مین کیا کرون مجبور ہون معذور ہون۔ داغون کی بہار جو دل کی کارفرمائی سے تھی مین نہین دکھا سکتا۔ اگر دل ہوتا تو تجہکو یہہ بہار دکھاتا۔ چراغان = یہان چراغ کی جمع نہین ہے بلکہ ایک قسم کی تعذیب کا نام ہے اور وہ تعذیب

اسطرح ہوتی ہے کہ مجرم کے سر مین کئی زخم کر دیتے ہین اور ہر ایک
زخم مین ایک فتیلہ رکھکر روشن کر دیتے ہین جس سے سر جلتا ہے اور
مجرم کو نہایت ایذا پہونچتی ہے - درحقیقت یہہ تعذیب نہایت درجہ
کی وحشیانہ ہے - یہہ شعر اسطرح ہوتا تو زیادہ تر صاف اور اچھا ہوتا
ہے دل اگر ہوتا دکھاتا تجھکو داغون کی بہار + ان چراغون کا
کرون کیا کار فرما جل گیا + مگر مرزا کی طبیعت نے جو دقت پسند ہے
چراغون کی جگہہ لفظ چراغان جو ایک غیر مشہور لفظ ہے اختیار کیا ہی
تاکہ کلام کے اندر دقت پیدا ہو جاے اور اسکو ہر شخص نہ سمجھے - مین نے
جس عنوان سے اس شعر کو کسیقدر بدل دیا ہے اسمین سلاست اور
سہل پسندی کا انداز ہے - مرزا صاحب کا یہہ شعر غلط نہین ہے جو تغیر و
تبدل کا محتاج ہو - اس تغیر و تبدل سے میری غرض یہہ تہی کہ موقع پر
دقت پسندی اور سلاست پسندی کا **فرق** پبلک پر ظاہر کرون اور
جہان جہان موقع ملیگا یہہ فرق انشاء اللہ ظاہر کرونگا - اس رسالے
کے دیکھنے والے ضرور یہہ بات کہین گے کہ اس شعر کو کاہیکو بدلا اور کیا
سبب اسمین تغیر و تبدل کیا لہذا مین نے اپنا عندیہ ظاہر کرنا مناسب
سمجھا ورنہ مخفف ہے وگرنہ کا -

دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا	مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل

یعنے اے غالب مین اس شعر کا مصداق ہون ہے کفر است در طریقۂ ما

کینہ داشتن + آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن - میرے دلمین کینہ اور عداوت نہین ہے اور اگر کبھی کچھہ عداوت ہوتی بھی ہے تو مین ظاہر کردیتا ہون اپنے دل مین چھپاکر نہین رکھتا - مین صاف باطن اور پاکدل ہون جیسے کہ دینداروں کا طریقہ ہے مرزا نے ایک دوسری جگہہ کہا ہے

ب جی مین ہی کچھہ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم + سرجائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر - مگر مین نے جب دنیاداروں کو دیکھا تو اُن کو ان آیتون کے مطابق پایا وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ ظاہر مین تو ہنسکر ملتے ہین اور خندہ روئی وکشادہ پیشانی سے پیش آتے ہین مگر باطن مین گوشت کے بھوکے اور لہو کے پیاسے ہین اور دل مین سخت کینہ و عداوت رکھتے ہین اور مخفی طور سے نقصان پہونچانے مین مشغول و مصروف ہین - جب مین نے دنیاداروں کی دورنگی اور دوروئی دیکھی تو میرا دل اُن کے برے اخلاق سے افسردہ ہوگیا اور مجکو رنج ہوا بلکہ میرا دل جل گیا - یہہ شعر علم اخلاق کے متعلق ہے اور قائل نے اسمین اخلاق حمیدہ کو اختیار کرنیکی ترغیب و تحریص دی ہے اور ایسے ہی اشعار اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً کے مصداق ہوتے ہین - مطلب یہہ کہ آدمی کو چاہیئے کہ اپنا ظاہر و باطن یکسان رکھے - **مین ہون اور افسردگی کی آرزو** یعنے میرے لئے افسردگی کی آرزو لازم ہے - اور ملازمہ کا ہے - **تپاک** - محبت کے جوش و خروش کو کہتے ہین - **طرز** - یعنے طریقہ اور طور اور وضع -

اہل = یہہ لفظ واحد اور جمع کے معنوں مین بھی مستعمل ہوتا ہے اور اس لفظ کی یہہ خاصیت ہے کہ دونون طرح یعنے مفرد اور جمع آتا ہے مگر اکثر جمع کے معنون مین آتا ہے جیسے اہلِ حرفہ اور اہلِ قلم اور اہلِ ذمّہ اور اہلِ کتاب وغیرہ یہہ لفظ حقیقت مین واحد ہے اور اہالی اسکی جمع آتی ہے اور فارسی مین اہالیان اسکی جمع الجمع ہے - واحد کی مثال بہارِ عجم مین لکھا ہے - **نثر** بادشاہ امر کرد کہ خیمہ بسرعت مہیا سازند عملۂ فراشخانہ خیمہ دوزان بسیارے فراہم آوردند یالان دوزے ہم دران مجمع حاضر شدہ رسیدندش کیستی گفت **من اہل خیمہ ام** - واحد کی دوسری مثال **اہلِ زبان** ہے یعنے صاحب زبان جو مشہور لفظ ہے **غالب** منادی یعنے اسے غالب - کہ = کاف تعلیل ہے کیونکہ اس کے معنے ہین - دل فاعل اور جل گیا فعل لازمی ہے -

شوق ہر رنگ رقیبِ سروساماں نکلا	قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریاں نکلا

مرزا صاحب نے عودِ ہندی مین جو رقعات مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام لکھے ہین اُنمین سے ایک رقعہ مین اس شعر کے معنے اسطرح تحریر فرماتے ہین شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنے شوق سروسامان کا دشمن ہے دلیل یہہ کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردہ مین بھی ننگا ہی رہا لطف یہہ ہے کہ مجنون کی تصویر بات عریان ہی کھینچی ہے جہان کھینچی ہے انتہی کلامہ - اس شعر کے معنے بیان کرنے کی یہہ وجہ ہوئی

کہ مرزا کے معاصرون نے اس شعر کو اور میرزا کے اور بعض اشعار کو مہمل و بے معنی قرار دیا تھا چنانچہ مرزا نے رقعہ کی ابتدا ان الفاظ کے ساتھہ کی ہے کہ قبلہ پہلے معنیٔ ابیاتِ بے معنی سنئے فقط - لفظ رقیب کے کئی معنے ہین مگر اس شعر مین رقیب بمعنیٔ دشمن و مخالف ہی آیا ہے مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مجنون کی تصویر با تنِ عریان ہی کھینچتے ہے محلِ تامل ہے کیونکہ باتنِ عریان نہ کھینچے گی تو اور کیا ہو گی - ہر شخص کی جیسی حالت اور صورت اور شکل ہو گی ویسی ہی تصویر ہو گی - یہہ تو ہو نہین سکتا کہ مُصوّر بدصورت کو خوبصورت یا خوبصورت کو بدصورت یا عریان کو باللباس اور باللباس کو عُریان بنا دے خصوصًا **فوٹوگرافی** مین یہہ بات ناممکن ہے - اگر کسی مصور نے قلمی تصویر مین ایسا کیا بھی تو وہ تصویر اصلی اور حقیقی نہوی بلکہ جعلی اور غیر حقیقی ٹھیری پس مجنون جو لیلی کے عشق مین لباس سے بھی قطع تعلق کیا تھا اور اُس کے جوش و خروش عشق مین ننگا ہی پڑا پھرتا تھا اُسکی سچّی تصویر برہنہ اور ننگی نہوگی تو باللباس کیونکر ہو گی اگر کسی مصور نے اُسکی تصویر باللباس بنائی بھی تو واقعہ اور اصلیت کے خلاف بنائی یا اُسکو اُس زمانے کی تصویر سمجھنا چاہیے جبکہ مجنون باللباس رہتا تھا - لہذا مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ **مصرع** قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا + محلِ تامّل ہے اور اعتراض کرنیوالون کا اعتراض قرین قیاس معلوم ہوتا ہے - اُس شعر پر ایک دوسرا اعتراض جو میری جانب سے ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ پردہ مین

عریان نکلا ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو چیز پردے مین ہوگی وہ عریان کیونکر ہوگی - ایسے تراکیب سے اجتناب کرنا چاہئیے اگر اجتناب و احتراز نکیا جائے تو کلام ضرور مہمل اور بے معنی ہوجاتا ہے اور مقصود قائل مین بے انتہا تعقید پیدا ہوجاتی ہے - تاویل مین تو بہت کچھہ گنجایش ہے مگر عوام کے پاس - اہل علم کے نزدیک تاویلات باردہ گوزشتر سے بدتر ہین - **شوق** = شوق کے اصلی معنے خواہش و آرزو کے ہین مگر فارسی مین اخیر زمانہ کے شعرا کے کلام مین شوق بمعنی عشق کثرت سے آیا ہے - **ہر رنگ** = یعنے ہر طرح ہر وضع ہر طور سے رقیب - اس شعر مین بمعنی دشمن و عدو آیا ہے رقیب کے مشہور معنے ایک معشوق کے دو عاشق یا کئی عاشق اس نام سے آپسمین نامزد ہوتے ہین یہان مقصود نہین ہین - **عریان** = ننگا - برہنہ ہے پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ عشق و عاشقی ہر طرح سے مال و اسباب کی دشمن ہے - یہہ دعوی ہوا - اسکی دلیل یہہ ہے جو دوسرے مصرع مین مذکور ہوتی ہے کہ مجنون تصویر کے حجاب مین بھی عریان نکلا یعنے مجنون کو تصویر مین بھی لباس نصیب نہوا - بس مقصود قائل اسیقدر ہے مگر دوسرے مصرع کے الفاظ مساعد نہین ہین اور دلیل کالعدم ہوگئی جیساکہ مذکور ہوا - یہہ مطلع اسطرح ہوتا تو قریب الفہم اور سلیس ہوتا -

؎ عشق ہر طرح عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر کی حالت مین بھی عریان نکلا + یا

؎ عشق ہر رنگ عدوی سر و سامان نکلا + قیس تصویر کے عالم مین بھی عریان نکلا + مگر تاہم مضمون و معنی کے

لحاظ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اعتراض کی گنجایش باقی ہے + شاید مرزا کا
مقصد اس تصویر سے جعلی تصویر ہے مگر اس حالت مین مضمون کی
بے لطفی اور بناوٹ ظاہر ہے + رقیب سروسامان مین اشباع اضافت
ہے اور اشباع اضافت فارسیون کے پاس جائز ہے - پہلے
مصرع مین نکلا کی جگہہ باشد یا آمد لکہہ دیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے
مصرع شوق ہر رنگ رقیب سروسامان باشد - سروسامان یعنی مال و اسباب

تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشان نکلا		زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب

داد دینا = انصاف کرنا - عدل کرنا - ادائے حق کرنا - یہہ فارسی
محاورے یعنے داد دادن کا ترجمہ ہے - بسمل = یہہ لفظ فارسی
الاصل نہین ہے بلکہ مستحدث ہے کیونکہ بسم اللہ سے بنایا گیا ہے -
اس کے معنے ہین ذبح کرنا - چنانچہ خواجہ آصفی رح فرماتے ہین ؎
قاتل من چشم می بندد دم بسمل مرا + تا بماند حسرت دیدار او در دل مرا +
دم بسمل = یعنے ذبح کرنے کے وقت - اور میرزا جانی غیرتی رح
کہتے ہین ؎ ذوق تیغ تو مرا داشت چنین رقص کنان + این
طپیدن نہ مرا از جہت بسمل بود - از جہت بسمل = یعنے ذبح کرنے
کے سبب سے + بسمل کے معنے ذبیحہ اور مذبوح بھی آئے ہین اور
مرزا نوشاہ کے اس شعر مین بسمل بمعنی مذبوح یعنے ذبح کردہ شدہ جسکو
ذبیحہ بھی کہتے ہین آیا ہے پر افشان = بال افشان کا مترادف ہے

یعنے اُڑتا ہوا - پرواز کرتا ہوا - یہہ اسم حالیہ ہے - چونکہ جب کوئی
پرندہ ہوا مین اُڑتا ہے تو اکثر اُس کے پرون کو ایسی حرکت اور
جنبش ہوتی ہے جو کسی چیز کے جھٹکنے یا جھڑکنے سے مشابہت پیدا
کرتی ہے لہذا فارسی مین پرندون کے اُڑنے کو بال افشاندن اور
پرافشاندن بھی کہتے ہین - افشاندن کے معنے ہین جھاڑنا - چھڑکنا
چھوڑنا - حرکت دینا کسی چیز کو بطریق معہود جیسے پرافشاندن یعنے
پرون کو حرکت دینا - گرد افشاندن = گرد جھٹکنا - تنگ اور چھوٹے
مقامون مین سے جو چیز نکلتی ہے شدت و حدت و سرعت کے ساتھہ
نکلتی ہے جیسے دریا کا پانی دو پہاڑون کے درمیان گھٹ کر بہتا ہے
تو بڑے زور و شور سے بہتا ہے جس جگہہ پھیل کر بہتا ہے وہان وہ
زور نہین رہتا اور دھیما دھیما بہتا ہے لہذا شاعر کہتا ہے کہ میرا دل
اسقدر تنگ اور چھوٹا ہے کہ جو تیر اُس مین سے نکلا بسبب تنگی کے
اُڑتا ہوا اور حدت و سرعت کے ساتھہ نکلا - اس لئے شاعر زخم دل
سے تنگئ دل کی داد طلب کرتا ہے - اس شعر کے مضمون مین بسبب
لفظ دل و سینہ کے مباعدت ہو گئی ہے کیونکہ قائل کا مقصود تو یہہ ہے
کہ تیر بھی دل بسمل سے پرافشان نکلا مگر چونکہ مصرع موزون نہوتا تہا
لہذا ضرورت وزن کے لحاظ سے دل کی جگہ سینہ کہدیا جس سے
معنئ شعر مین بعد اور دوری پیدا ہو گئی اور مرزا کا یہہ مطلب بھی کہ شعر
بعید الفہم ہوا کرے حاصل ہو گیا -

کام یاروں کا بقدرِ لب و دندان نکلا	دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد

حسرت زدہ = حسرت کا مارا ہوا۔ یعنے پُرحسرت اور حسرت والا۔ حسرت کے حقیقی معنے دریغ اور افسوس اور پشیمانی اور شرمندگی کے ہین اور مجازی معنے آرزو و تمنا و ارمان کے ہین۔ **مائدۂ لذت درد** = لذت درد کا دسترخوان۔ یعنے وہ دسترخوان جسپر درد و غم کی لذتین اور آفات و مصائب کی غذائین اور رنج والم کی نعمتین چنی ہوی ہین۔ مائدہ یعنے دسترخوان۔ **کام نکلنا** = برآمد مدعا کی ہونا۔ مطلب نکلنا۔ امید برآنی حاجت روا ہونی۔ یہہ کار برآمدن کا ترجمہ ہے۔ **بقدر لب و دندان** = یہہ فارسی زبان کی اصطلاح ہے اُسکے معنے ہین بقدر استعداد کے اور بقدر لیاقت کے۔ تو معلوم ہوا کہ فارسی کی اصطلاح مین استعداد اور لیاقت کو کنایتہً لب و دندان کہتے ہین۔ چنانچہ فارسی والے کہتے ہین کہ لب فلان چیز نیست و دندان فلان چیز نیست یعنے استعداد اور لیاقت اور شایستگی اور حوصلہ فلان چیز کا نہین ہے اور فارسی مین دہن فلان چیز و دہانِ فلان چیز بھی کہتے ہین جیسے زید دہن این کار ندارد یعنے زید کو اس کام کی لیاقت نہین ہے مثلاً ظغرا کہتے ہین ؎ ما را لبِ چشیدنِ صہبائے وصل نیست ❊ این بادہ را مگر بلب گل توان چشید ❊ یعنے شراب وصل کے چکھنے کی لیاقت ہمکو حاصل نہین ہے۔ شاعر نے اپنے دلِ حسرت زدہ کو لذت

درد کا مائدہ قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ بقدر ہمارے حوصلے کے اور بقدر ہماری لیاقت کے
اس سفرہ خوان سے ہمارا کام نکلا یعنے ہم نے اپنے حوصلے کے موافق غم کھایا - یارون کا
یعنے ہمارا یا میرا کیونکہ اُردو زبان کا محاورہ ہے کہ کبھی بے تکلفی کی بات چیت مین
اور سادہ پن سے یارونکا لفظ ضمیر متکلم کی جگہ مین کہتے ہین - چنانچہ استاد ذوق رح
فرماتے ہین ؎ نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب ✣ ذوق یارون نے
بہت زور غزل مین مارا ✣ یارون سے یعنے ہم نے یا مین نے - مرزا غالب
کے پہلے مصرع مین تھا کی جگہ بُد رکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے
مصرع دل حسرت زدہ بُد مائدہ لذت درد - بُد مخفف ہے بود کا -

سخت مشکل ہی کہ یہہ کام بھی آسان نکلا	ہی نو آموز فنا ہمت دشوار پسند

نو آموز = مبتدی - آموزندہ نو - جو ابھی سیکھنے کے لئے بیٹھا ہو یا کچھہ
دن سے سیکھنا شروع کیا ہو اُسکو فارسی مین نو آموز کہتے ہین -
یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے ہمت = یعنے عزم و ارادہ - یہان ہمت موصوف
اور دشوار پسند اُسکی صفت ہے - موصوف اپنی صفت سے ملکر یعنے
ہمت دشوار پسند مبتدا ہے - اور نو آموز فنا اُسکی خبر اور ہے حرف
رابط ہے - دشوار پسند = یعنے پسند کنندہ دشوار اور مشکل
کامون کو پسند کرنے والی - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے - سخت
یعنے بہت - بڑی اور بڑا ✣ مشکل اور آسان صنعت تضاد ہے - حاصل
یہہ کہ مرحلۂ فنا کو طے کرنا ہر ایک شخص سے ہو نہین سکتا - مگر ہم نے اُسکو

بآسانی طے کردیا ۔

آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا	دل مین پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب

گریہ ۔ یعنے رونا ۔ اس لفظ کے گاف کو کسرہ ہے یہہ لفظ گریستن کا حاصل بالمصدر ہے ۔ فارسی مین گریہ تاک اور گریہ رگ تاک اور گریہ چراغ اور گریہ خامہ اور گریہ دولاب اور گریہ روحانی اور گریہ شادی اور گریہ شمع اور گریہ شیشہ اور گریہ گاہ اور گریہ مندا اور گریہ ناک اور گریہ گر اور گریہ ہاے ہاے اس لفظ کے مرکبات ہین ۔ چونکہ اردو زبان درحقیقت فارسی زبان کی ایک شاخ اور شعبہ ہے لہذا اردو والے ان مرکبات کو اپنے اشعار مین مناسب مواقع پر استعمال کرسکتے ہین اور اسی غرض سے مین نے ان مرکبات کو یہان درج کیا ہے اور آیندہ برمحل و برموقع ایسے مطالب اس رسالے مین درج کئے جائینگے کیونکہ زبان کی ترقی اور کلام کی جدت و تازگی ایسی ہی باتون سے ہوتی ہے **شور اٹھانا** ۔ یعنے شور قائم کرنا اور شور برپا کرنا ۔ شور کے معنے یہان آشوب و غوغا و فریاد کے ہین لفظ شور طوفان کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے یعنے طوفان کے لئے شور کا ہونا لازم و ملزوم ہے اور یہہ تناسب طوفان کی ذات سے متعلق ہے لہذا اس شعر مین لفظ شور سے **صنعت مراعات النظیر** پیدا ہو گئی ۔ **غالب** = منادی یعنے اے غالب ۔ ای حرف ندا محذوف ہے ۔ آہ = منجملہ اصوات کے ہے اور حسرت و افسوس و غم کے

موقع پر یہہ کلمہ بولتے ہین اور اسکا مخفف اہ بغیر مد کے بھی آیا اور مستعمل ہے
چنانچہ حکیم سنائی رحمۃ کہتے ہین سے گر ترا تیغ تن زندہ کن ۔ ور ترا زخم
حق زندہ کن ۔ طوفان = بالضم باران سخت اور آب تند جو زمین
مین سے نکلے اور سب چیزون کو غرق کردے اور یہہ اس لفظ کے حقیقی
معنے ہین ۔ اور ڈبونے والی سیل کو بھی طوفان کہتے ہین اور ہر ایک
چیز جو کثرت سے ہو اور ہر شی جو اسقدر غالب ہو جائے کہ سب چیزون کو
گھیر لے اور کل اشیا پر غالب آجائے اسکو بھی طوفان کہتے ہین جیسے
طوفان ہوا اور طوفان آتش و طوفان بے تمیزی وغیرہ اور یہہ مجازی معنے ہین ۔ اس کے
مرکبات طوفان خروشش اور طوفان خیز ۔ اور طوفان ریخ اور طوفان رسیدہ
اور طوفان زا اور طوفان زدہ اور طوفان طراز اور طوفان کدہ اور طوفان
تراد ہین ۔ یعنے اے غالب میرے دل مین بار دیگر گریہ نے ایک شور
اٹھایا ہے لہذا افسوس ہے کہ جو قطرہ آنسو کا میری آنکھون سے پیشتر نہ نکلا تھا
اب طوفان ہوکر نکلا ہے یعنے جو قطرات دل مین رہ گئے تھے اب طوفان کی شکل
مین ظاہر ہو رہے ہین ۔ کیا اچھا ہوتا اگر شور اول مین ہی یہہ قطرات
نکل گئے ہوتے ۔ اس شعر مین بار دیگر شور کے نہ اٹھنے کی تمنا پائی
جاتی ہے ۔ اور یہہ تمنا یہان لفظ آہ کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے
یہہ شعر صاف ہے اور معنے اسکے ہویدا ہین اس شعر کی شرح مین مین نے
صرف نظم کو نثر مین لکھا ہے کوئی دوسرا بھاری کام نہین کیا ہے
کیونکہ شعر کا مضمون آشکار ہے ۔ میری راے ناقص مین اس شعر کے

مضمون مین ضبط کی قید لگانی زایداز ضرورت ہے یعنے بوجہ ضبط نہ نکلا تہا کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قطرۂ اشک بوجہ ضعف وناتوانی یا بوجہ عدم موجودگی یا بوجہ عدم ضرورت یا شورا دل کے رفع ہو جانے کیوجہ سے نہ نکلا ہو۔ بہرحال قیود مذکورہ کی پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے کیونکہ شعر کا مضمون صرف اسیقدر ہے کہ پہلے ہم روتے روتے تہم گئے تھے اب پھر رونا شروع کردیا۔

دہمکی مین مرگیا جو نہ باب نبرد تہا	عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تہا

دہمکی = ڈرانے والی بات اور تہدید وتخویف کو کہتے ہین - یہہ لفظ ہندی ہے
جو = یعنے جو شخص اور جو آدمی - نبرد = بروزن نکرد رزم وکارزار اور لڑائی وجنگ کو کہتے ہین - اصل مین یہہ لفظ نورد تہا اور اسکا مصدر نوردیدن ہے فارسی مین بے اور واو آپسمین تبدیل پاتے ہین اسی لئے نورد کو نبرد کہتے ہین نبرد پیشہ = وہ آدمی جسکا پیشہ جنگ اور لڑائی ہو - دہمکی دینے کی یہہ وجہ ہے کہ جو شخص عشق کے سامنے آیا ہے وہ عشق کے لایق اور قابل نہین ہے بلکہ بزدل اور زن صفت ہے لہذا عشق اُسکو اپنے ناقابل جانکر دہمکی دیتا ہے اور چونکہ وہ آنے والا درحقیقت نالایق عشق ہے لہذا صرف عشق کی دہمکی ہی مین اُسکا کام تمام ہو جاتا ہے اور وہ مرجاتا ہے - یہان سے یہہ بات ثابت ہوی کہ عشق وعاشقی مرد کا کام ہے اور رجال پہلوان صفت ہی اس فن کے لائق ہین - اس شعر کے دوسرے مصرع مین تہا کی جگہہ

بود لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد بود عشق موصوف اور نبرد پیشہ اسکی صفت ہے ۔

اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا	تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا

یعنے چونکہ مجکو حیات میں موت کا اندیشہ لگا ہوا تھا لہذا مجکو زندگی کا لطف حاصل نہوا اور میری زندگی خوف وہراس میں کٹی جو آنے والی موت کی وجہ سے مجھہ پر غالب ہوگیا تہا اور اسی ہراس وترس کے سبب سے میرا رنگ رخ یا رنگ جسمانی زرد رہتا تھا یعنے حیات میں جب موت مجکو یاد آتی تہی تو موت کے خوف سے میرا خون خشک ہوجاتا تہا اور میرا رنگ زرد پڑجاتا تہا - قائل نے اس شعر میں اپنے کو انتہا درجہ کا خوف زدہ مرگ قرار دیا ہے زندگی یعنے حیات کھٹکا = یعنے اندیشہ اور یہہ مجازی معنے میں حقیقت مین کھٹکا بانس کے یا لکڑی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں ۔

مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا	تالیف نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں

قائل نے اپنے کو عہد طفلی سے وفادار قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی میرا مجموعۂ خیال فرد فرد تھا یعنے میرا مجموعہ خیال کم عمری کے زمانہ میں تجمع نہوا تھا بسبب کم عمری اور خورد سالی کے مگر باوجود اس کے میں کتب وفاداری کی تالیف کررہا تہا یعنے وفادار تہا - نسخہ ہا یعنے کتابیں فرد فرد تھا یعنے پریشان تھا - مکرر - قائل نے اس زمانہ سے کہ مجموعہ خیال یعنے

مجموعۂ شعور و تمیز مجتمع نہوا تہا اپنے کو نسخۂ ہاے وفا کا مولف قرار دیا ہے - یعنے
مین کم سنی سے عاشق وفادار ہون اور بچپن سے وفا شعار ہون -

دل تا جگر کہ ساحل دریای خون ہے اب		اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تہا

کہتا ہے کہ ہم پیشتر ایسے نازک دماغ اور نازک مزاج تہے کہ بسبب نازک مزاجی کے
جلوۂ گل بہی جو ایک نفیس شی ہے ہمارے دل و جگر پر گرد و خاک کیطرح ناگوار
اور ناپسند تہا مگر اب زمانۂ ناہنجار اور چرخ کج رفتار کیوجہ سے یا عشق و عاشقی
کے سبب سے ہمارا یہہ حال ہے کہ ہمارے دل سے لیکر جگر تک ایک دریای
خون کا ساحل ہے یعنے دل اور جگر دریای خون کے دو کنارے ہین
اور ان دو ساحلون کے بیچ مین دریای خون ہے حاصل یہہ کہ عشق و عاشقی مین
یا زمانۂ ناموافق کیوجہ سے ہم خون پیتے ہین اور غم و غصہ کہاتے ہین اور
اب ہماری نازک مزاجی باقی نہین رہی کیونکہ غم و غصہ مین مبتلا ہین اور
عشق و عاشقی کے مصائب نے ہمکو گہیر لیا ہے - جلوۂ گل مبتدا اور گرد
اسکی خبر ہے - دل تا جگر یعنے از دل تا جگر - ایسے موافق پر از کا حذف
کر دینا فارسی مین جایز ہے - اس رہگذر مین یعنے از دل تا جگر - اس
شعر مین گل کے لفظ سے نازک مزاجی کا مضمون پیدا ہوتا ہے - دل
اور جگر اور خون اور گل صنعت مراعات النظیر ہے اور تناسب یعنے وجہ
مناسبت دل و جگر مین ذات سے ہے کہ یہہ دونون اعضا ہین اور خون و گل
مین صفت یعنے رنگ سے ہے کہ یہہ دونون سرخ رنگ اور لال ہوتے ہین

دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا	جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی

کوئی = تنکیر کیواسطے آتا ہے - فارسی مین ان معنون کے لئے کبھی لفظ ہیچ اور اکثر یاے تحتانی مستعمل ہوتی ہے - اس موقع پر ہیچ کا لفظ بولا جایگا اسطرح نثر ہیچ کشمکش اندوہ عشق نمی رود - کشمکش یعنے کھینچا تانی اور رفع آئنش متواتر - اندوہ = بروزن بر کوہ غم والم اور گرفتگی دل کو کہتے ہین اسکا مخفف اندہ بغیر واو کے آیا ہے جیساکہ مرزا ہدایت مرحوم کہتے ہین مصرع اندہ بغن کشید ایتم - وہی یعنے پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اندوہِ عشق کی کوئی کشمکش نہین جاتی ہے اور اس مصرع مین استفہام انکاری ہے - شعر صاف ہے -

زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا	احباب چارہ سازیِ وحشت نکر سکے

چارہ سازی = یعنے تدبیر و علاج - وحشت یعنے گھبراہٹ زندان = قیدخانہ و حبس - خیال = بالکسر وہم و گمان - بیابان نورد = اسم فاعل ترکیبی ہے اس کے معنے ہین جنگل کو طے کرنے والا - نورد امر کا صیغہ ہے نوردیدن سے - کہتا ہے کہ جوش جنون مین مین نے چاہاتھا کہ جنگل کیطرف نکل جاؤن مگر میرے احباب نے میری خیرخواہی کے لحاظ سے مجکو قید خانہ مین مقید کیا تاکہ مین جنگل کی جانب جانیکو ن اور ہلاکت سے میری نجات ہو اور مین صحیح المزاج ہو جاؤن مگر کیا فایدہ

اُن کی یہہ تدبیر مفید اور منتج ہو نسکی کیونکہ مین جب زندان مین داخل ہوا
تو عین زندان مین جنگل اور صحرا کیطرف میرا خیال دوڑ گیا اور بیابان مین
میرا خیال میرے عوض مین پھرنے لگا اگرچہ مین نے خود بیابان مین
گشت نہین لگائی مگر میرا خیال برابر بیابان مین گشت لگاتا رہا ظاہر ہے کہ
خیال کی رسائی ایکدم مین عرش تک ممکن ہے پھر خیال کو بیابان مین
پہونچنے کے لئے کیا دیر تہی اگر کوئی شخص اپنے عالم خیال مین یعنے حالت
وہم مین یہہ سمجہے کہ مین عرش پر بیٹھا ہوا ہون تو یہہ بات خیال کی راہ
سے کچھہ بعید نہین ہے کیونکہ خیال وہم کو کہتے ہین اور قوت وہمیہ
وجود اشیا اور حقایق احوال کی محتاج نہین ہے۔ کوئی شے موجود ہو
یا نہو جب خیال اور وہم مین کوئی شخص اُسکا تصور کرے تو اُسکو خیال مین
اُسیطرح محسوس ہوتی ہے اگرچہ درحقیقت اُسکا وجود نہین ہے اور اسیواسطے
غیر موجودہ اور معدوم اشیا کو خیالی باتین اور خیالی پلاؤ کہا کرتے
ہین۔ اس شعر کے دوسرے معنے یہہ ہین کہ خیال نے زندان کو
عین بیابان تصور کرلیا اور زندان مین گشت لگاتا رہا کیونکہ اُسکو جنگل
سمجہہ لیا ہے اور ہمین وہی وحشت حاصل رہی جو صحرا مین ہوتی ہے لہذا
احباب سے چارہ سازی وحشت نہوسکی۔

یہہ لاش بیکفن اسد خستہ جانکی ہے	حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یہہ = اسم اشارہ قریب۔ لاش = لاشہ و مُردہ جسم۔ بے کفن =

جسکو کفن نہو بے نفی کیواسطے آتا ہے - خستہ جان = وہ شخص
جسکی جان خستہ اور زخمی ہو - اسکے مجازی معنے تھکا ہوا اور ماندہ کے
ہین - خستہ کے معنے مجروح و افگار و زخمی کے ہین اور یہہ لفظ بالفتح
ہے اور خستہ جگر و خستہ دل و خستہ حال و خستہ روان اسکے مرکبات
ہین اور خستہ جان اسم صفت مرکب ہے - مغفرت = بخشنا - معافی
بخشش - فارسی مین مغفرت کو بخشیدن کہتے ہین - عجب = حیرت و تعجب
اور شگفت کے معنون مین آتا ہے - چنانچہ خواجہ حافظ شیرازی رح
فرماتے ہین ؎ ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ ٭ ازان فسانہ ہزاران
ہزار دارد یاد ٭ عجب مدار یعنے حیرت نکرا ور تعجب نکر - مگر یہہ لفظ کبھی
عجیب و غریب و نادر کے معنے بھی دیتا ہے اور بمعنی اسم فاعل آتا ہے
چنانچہ اس شعر مین اسم فاعل کے معنے ہی دیتا ہے - عجب آزاد یعنے
عجیب آزاد - یعنے حق تعالی غالب کو مغفرت کرے اور بخشدے بسبب
اسکی آزادی اور مسکینی کے کیونکہ اکثر آزاد لوگ غربا و مسکین
ہوتے ہین - یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالی کاہیکو مغفرت
کرے - کونسی ایسی نیکی اور بھلائی کی ہے جس سے مغفرت چاہتا ہے
اسکا جواب یہہ ہے کہ بسبب آزادی کے مغفرت کرے کیونکہ آزادی
جو تھی تو وہ فقر و فاقہ و غریبی کیوجہ سے تھی اور غریبی کے سبب سے کفن تک
نصیب نہین ہے اور جو مسلمان غریب نیک مزاج ہوگا وہ مستوجب
مغفرت کا ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے - الفقر فخری اور

بَدَ ۲۲ الاِسلَامُ غَرِیبًا وَسَیَعُودُ کَمَا بَدَ ۲ فَطُوبیٰ لِلغُربَا - اور آزاد لوگ اکثر حق گو اور حق پسند ہوا کرتے ہین لہذا حق گوئی اور حق پسندی جو بسبب آزادی کے قائل کو حاصل تھی وہ بھی مغفرت کا باعث ہو سکتی ہے اور درحقیقت آزادی اسلام کا نام ہے - قائل نے اپنے کو شخص مردہ قرار دیا ہے اور یہہ کلام یعنے یہہ لاش بے کفن الخ اور حق مغفرت کرے الخ فرضی غیر شخص کا کلام ہے -

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا	تماشا ہی بیک کف بردن صد دل پسند آیا

شمار = یعنے حساب اور گنتی - یہہ شمردن سے امر کا صیغہ ہے اور یہان بمعنی حاصل مصدر آیا ہے سُبحہ = یہہ عربی زبان کا لفظ ہے - یہہ لفظ بالضم ہے یعنے ضمہ کے ساتھہ آیا ہے بعض لوگ اسکو فتحہ کے ساتھہ بولتے ہین مگر فتحہ کے ساتھہ بولنا غلط ہے - تسبیح کو کہتے ہین - اور سبحہ دار اور سبحہ شمار اور سبحہ گردان اور سبحہ در اس کے مرکبات ہین بت = حقیقت مین اُس شکل کو کہتے ہین جسے ہندو لوگ پتھر وغیرہ سے تراش کر پوجتے ہین چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین مثنوی بُتے دیدم از عاج در سومنات * مرصع چو در جاہلیت منات * چنان صورتش بستہ تمثال گر * کہ صورت نہ بندد ازان خوب تر * عربی مین صنم کہتے ہین اور صنم کی جمع اصنام آتی ہے - اور بت اشرفی اور بت زر اور بت تراش اور بت خانہ اور بت ستان اور بت شکن

اور بت کدہ اور بت گر لفظ بت کے مرکبات ہین - مگر اسکے مجازی معنے
یہہ نہین ہین بلکہ مجازاً عاشق اپنے معشوق کو بت کہتا ہے کیونکہ عاشق
اپنے معشوق کو انتہا درجہ مین عزیز جانتا ہے اور دوست رکھتا ہے جسطرح
ہنود بت حقیقی کو دوست رکھتے ہین لہذا اسکے مجازی معنے معشوق اور
محبوب کے ہین **مرغوب** = یعنے پسندیدہ اور رغبت کیا ہوا - **مشکل پسند**
یعنے دشوار پسند اور مشکل کو پسند کرنیوالا - یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے -
مشکل اسم اور پسند امر کا صیغہ ہے پسندیدن سے **تماشا** = اصل مین یہہ
لفظ تماشی ہے اسکے معنے ہین باہم پیادہ چلنا اور فارسی مین دیکھنے اور
ہنگامے کے معنے ہین - یہان دیکھنے کے معنے مراد ہین اور تماشا خانہ
و تماشا کدہ و تماشا گاہ و تماشا گر و تماشائی اس کے مرکبات ہین - **دل
بردن** = یعنے دل لیجانا - معشوقی کرنی - دلبری یعنے معشوقی - شاعر
کہتا ہے کہ عابدون کا یہہ کام کہ سَو دانون کی تسبیح ہاتھہ مین رکھتے ہین
معشوق کو مرغوب آیا کیونکہ دانہ تسبیح کو دل کے ساتھہ تشبیہ ہے لہذا
معشوق سمجھتا ہے کہ مین بھی اسیطرح ایک دم مین سَو دل اُڑا لونگا جسطرح
عابدون کے ہاتھہ مین سَو دانون کی ایک تسبیح ہے + اسیطرح میرے
ہاتھہ مین سو دل آجائین گے اور اسی عنوان سے مین دلربائی اور دلبری
کرونگا - **۵** شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آمد + تماشائے بیک کف
بردن صد دل پسند آمد + آیا کی جگہ آمد کہدینے سے سالم مطلع فارسی کا
ہوگیا - مرزا غالب بے انتہا مغلوب الفارسی ہین -

کشایش کو یہا عقدۂ مشکل پسند آیا	بہ فیض بیدلی نومیدئی جاوید آسان ہے

یعنے عاشق لوگ ہمیشہ نا امید اور مایوس ہوتے ہین کیونکہ اُن کو وصال معشوق کی اُمید نہین ہوتی - اور نومیدی عاشقی کا فیض ہے جو عاشقون کو ملا ہے اور عاشقی کے فیض سے نومیدی جو ایک کٹھن اور مشکل چیز ہے آسان ہو گئی ہے - امیدوار بوده بعافیت باشند کا سا مضمون ہے - جب دل باختہ یعنے دل عاشق شده کا یہہ حال ہے تو گویا کشایش کار اور حصول مدعا ہو چکا یعنے وصال معشوق حاصل ہو گا - کشاد کار نے عاشقون کے دلکو پسند کر لیا ہے - کشاد کار تشنیع و طنز کی راه سے کہا ہے - مطلب یہہ ہے کہ عاشقون کے دل کی کشاد و شگفتگی نہین ہوتی اور ہمیشہ کار عشاق بند ہوتا ہے ہماری کشایش کچھہ نہین اور صرف نومیدی ہماری کشایش کا نام ہے اور جسکو نومیدی کہتے ہین وہی ہماری کشایش ہے بیدلی = عاشقی نومیدی = مایوسی - جاوید = دوام - ہمیشہ کشایش کو پسند آیا یعنے کشایش نے پسند کیا - عقدۂ مشکل = دل باختہ یعنے دل عاشق شده وه دل جو عاشق ہو گیا ہے اُسکو دل باختہ باضافت کہتے ہین اور یہان عقدۂ مشکل سے دل باختہ مراد ہے اور یہہ استعاره ہے - اس شعر کے پہلے مصرع مین ہے کی جگہہ است لکھدینے سے پورا مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع بہ فیض بیدلی نومیدئی جاوید آسان است -

کہ انداز بخون غلتیدن بسمل پسند آیا	ہوا ہے سیر گل آئینۂ بے مہرئی قاتل

قاتل سے مراد معشوق ہے اور پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ معشوق کے
جور و جفا اور اُسکے ظلم و ستم کی نمایندہ یعنے دکہانے والی یہہ بات ہے
کہ اُسکو سیر گل کی آرزو اور گلگشت کی خواہش ہوی ہے - آئینہ کے حقیقی معنے
مشہور ہین جسکو عربی مین مرآۃ کہتے ہین مگر یہان مجازی معنے مراد ہین
اور مجازی معنے اس لفظ کے نمایندہ اور دکہانے والے کے ہین کیونکہ
آئینہ ایک آلہ ہے جو صورتون کو دکہاتا ہے - ہوائے سیر گل مبتدا اور
آئینۂ بے مہری قاتل اسکی خبر ہے - ہوا کے مجازی معنے آرزو و خواہش
و تمنا کے ہین - ہوا اور گل اور آئینہ اور مہر اور خون اور بسمل اور خون و گل
صنعت مراعاۃ النظیر ہے - اور وجہ مناسبت ہوا و گل مین فعل ہے کیونکہ ہوا
پہولون کو کہولتی ہے - اور آئینہ و مہر بمعنی آفتاب مین صفت وجہ مناسبت ہے
کیونکہ دونون روشن اور صاف و شفاف ہوتے ہین اور بعض آئینے آفتاب
کی شکل پر مدور اور گول ہوتے ہین مگر آئینہ مین تناسب کی وجہ صرف صفائی
و روشنی ہے نہ شکل - آئینہ بہی روشن ہوتا ہے اور آفتاب بہی روشن
ہوتا ہے - خون اور گل ہین وجہ مناسبت صفت یعنے رنگ ہے کہ دونون
سرخ ہوتے ہین اور خون و بسمل بہی صنعت مراعاۃ النظیر ہے اور وجہ تناسب
فعل ہے کیونکہ بسمل سے خون نکلتا ہے اور خون کا نکلنا بسمل کے ساتہہ
مناسبت رکہتا ہے - مرزا نے درحقیقت صنعت مراعاۃ النظیر کے متعلق
یہہ عجیب شعر کہا ہے جسمین کثرت سے مناسبات معنوی ہین بسمل ہے یعنے
مذبوح - چونکہ بسمل لہو مین لوٹتا ہے اور لہو کے رنگ سے سرخ ہو جاتا ہے

اور گل بہی سراپا سُرخ رنگ ہوتا ہے لہذا گل کو بسمل قرار دیا ہے اور کہتا ہی کہ گل گو یا ایک بسمل ہے جو سراپا خون آلودہ ہے اور ہمارا معشوق اُسکی سیر کو جاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ معشوق جفا پسند اور ظالم دوست ہو کیونکہ وہ ذبوحات کی سیر کو جاتا ہے اور ذبوحات کی سیر اُسکے پسند ہے۔ بسمل سے مراد یہان گل ہے نہ بسمل حقیقی کیونکہ مصرع اول مین سیر گل کہا ہے بخون غلتیدن بسمل یعنے گل خون مین لوٹ رہا ہے بسمل کیطرح یا یہہ کہ گل مین بخون غلتیدن بسمل کا انداز ہے۔ بخون غلتیدن بسمل یعنے بسمل کا خون مین لوٹنا یا یون کہیے کہ بسمل جو خون مین لوٹتا ہے۔ یہہ طرز اور یہہ ترکیب میرزا عبد القادر بیدل کے ہین جو اہل لسان کے پاس ناپسندیدہ اور غیر مطبوع ہین۔ آیا کی جگہ آمد لکہدیجئے تو سالم شعر فارسی ہو جاتا ہے ؎ ہولے سیر گل آئینۂ بے مہری قاتل ✦ کہ انداز بخون غلتیدن بسمل پسند آمد

بے مہری = یعنے ظلم وستم اور جور و جفا۔ مہر محبت اور الفت کو کہتے ہین مہر بمعنی آفتاب بھی آیا ہے مگر یہان یہہ معنے مقصود و مطلوب نہین ہین بے فارسی مین واسطے نفی کے آتا ہے۔ بے مہری یعنے بے الفتی و بے محبتی

انداز = یعنے طور اور طریقہ۔ یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور اردو مین بمعنی ناز و ادا بھی مستعمل ہوتا ہے کہ = کاف تعلیل کا ہے جو بے مہری کی علت اور بے مہری کا سبب بیان کرتا ہے۔ کیونکہ سیر گل مین بخون غلتیدن بسمل کا تماشا نظر آتا ہے۔

ہی یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہوا	دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہوا

یعنے معشوق اپنی بیوفائی سے شرمندہ نہیں ہوتے اور اسلئے معشوقانِ دنیا و محبوبانِ ماہ سیما کی وفاداری بے معنی بات ہے - مطلب یہہ کہ معشوقون سے وفا کی امید نہ کبھی چاہئے کیونکہ معشوق بیوفا ہوا کرتے ہین **نقش وفا** یعنے نقش وفا معشوقون کا وجہ **تسلی** = باعث تسلی عاشقون کا - شرمندہ وہی شخص ہوگا جو بے حیا ہوگا لہذا لفظ کی شرمندگی یہہ ہے کہ بے معنی ہو - معشوق جو وفا کا وعدہ کرتے ہین اُس سے عاشقون کی کچھہ تسلی تو ہو جاتی ہے مگر انجام نہین لہذا نقش وفا کو غیر تسلی اور تسلی نہین دینے والا قرار دیا ہے **دہر** = بالفتح زمانہ و غیر **نقش وفا** = یعنے لیاقت وفا - صورت وفا و استقرار حکم وفا - **تسلی** = یعنے دلخوشی اور خوش عیشی - **لفظ** = جو بولی آدمی کے منہ سے نکلتی ہے اُسکو لفظ کہتے ہین خواہ وہ بے معنی ہو یا بامعنی مگر یہان لفظ بے معنی مراد ہے کیونکہ شرمندہ معنی نہوا کہتا ہے یہہ اسکا مشار الیہ وفا ہے

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا	یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہوا

یہ زمرد = یعنے سبزۂ خط - زمرد سبز رنگ ہوتا ہے اور سبزۂ خط بھی مائل بسبزی ہوتا ہے لہذا سبزۂ خط کو زمرد قرار دیا ہے - **خط** مجازاً سبزۂ نورستہ کو بھی کہتے ہین جو رخسار کے اطراف ظاہر ہوتا ہے اور پشت لب سے شروع ہوتا ہے اور اُسکی تشبیہ سبزہ کے ساتھہ دیجاتی ہے **حریف** یعنے مقابل اور یہہ مجازی معنے ہین حقیقت مین شخص ہم پیشہ کو حریف

کہتے ہین - اور یہان مجازی معنے مقصود ہین ڈ ھ افعی = یعنے افعی کی سانس - یہان افعی سے مراد کاکل ہے کیونکہ کاکل کو افعی کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین - کاکل بمعنی زلف بہی آیا ہے اور حقیقت مین جو بال پشت سر کی جانب مین ہوتے ہین اُن کو کاکل کہتے ہین مگر اس شعر مین کاکل کے معنے زلف کے ہین - افعی = سانپون کی قسمون مین سے ایک قسم ہے جو نہایت زہرناک ہوتی ہے - ڈُبنا = مغلوب ہونا - زیر ہونا اور یہہ مجازی معنے ہین - سبزۂ خط کی دلکشی اور دلچسپی مشہور ہے کیونکہ جو سبزۂ خط آغاز ہوتا ہے وہ بہت خوشنما ہوتا ہے چنانچہ میرزا صائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین سے یاقوت آبدار تو آورد عاقبت ؛ خطے بروے کارکہ ریحان بگرد رفت ؛ اور اسیری کہتا ہے سے چون سبزہ دمیدہ شد بہ بستانِ رخت ؛ بشگفت بنفشہ در گلستانِ رخت اور کسی کا اردو شعر ہے سے کیون نہ دل شیفتہ ہوتا مرا اس گلرو پر حسن کا جوش بہی تہا سبزہ کا آغاز بہی تہا - اب شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق تیرا کاکل سرکش اسقدر خوشنما ہے کہ اُسکی خوشنمائی سبزۂ خط کی خوشنمائی سے بہتر ہے - ہم سمجہتے تہے کہ سبزۂ خط کے سامنے تیرا کاکل سرکش دب جائیگا اور خط کی دلکشی کاکل کو بے رونق کریگی مگر ایسا نہوا اور تیرا کاکل ہمیشہ کیطرح سرکش بنا رہا اور سبزۂ خط تیرے کاکل کا مقابل ہونسکا - درحقیقت یہہ شعر کاکل کی تعریف مین کہا ہے اور کاکل کو سبزۂ خط سے زیادہ تر خوشنما قرار دیا ہے -

وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا	مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون

اندوہ = یعنے غم والم - وفا - یعنے وعدہ بجالانا اور دوستی انجام کو پہونچانی اور کسی بات کے وعدہ کو پورا کرنا - کہتا ہے کہ میرا معشوق ایسا ظالم ہے کہ میرے مرنے پر بھی راضی نہوا کیونکہ مرجانے مین اندوہ وفا سے رہائی ہوجاتی مگر اُس نے میری رہائی نچاہی - بہ سبب ظلم وستمگری کے یہہ شاعرانہ مضمون ہے اور شعر صاف ہے -

گر نفس جادۂ سر منزل تقوی نہوا	دل گذرگاہ خیال مے وساغر ہی سہی

نفس = دوز برسے - اس لفظ کے معنے دم اور سانس کے ہین - یہہ لفظ مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان استعمال کیا ہے مگر میرے خیال مین یہہ لفظ مونث باندہا جائے تو بہتر ہے - نفس کو جادہ اور راستہ کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین اور وجہ شبہ نفس کی آمد ورفت اور درازی ہے کیونکہ نفس دراز شے ہوتی ہے اور نفس مین جو آمد ورفت ہے وہ ظاہر ہے - گر = مخفف اگر کا ہے مگر اب اردو مین متروک ہے - جادہ = رستہ - سر منزل = سر اس موقع پر زائد آیا ہے - سر منزل یعنے منزل - تقوی = پرہیزگاری وخدا ترسی - گذرگاہ = گذر کی جگہ ہی = زائد نہین آتا بلکہ حصر وانحصار کے لئے آتا ہے - اس شعر مین دوسرا مصرع شرط اور پہلا مصرع اُسکی جزا ہے اگرچہ قاعدہ نحو کے لحاظ سے

شرط اول آنا چاہئے اور جزا اُسکے بعد مگر جزا کی تقدیم شرط پر اشعار مین جائز ہے - یہہ شعر صاف اور عمدہ اور فلسفیانہ ہے یعنے اگر ہمارا دم اور ہماری سانس منزل تقوی کا راستہ نہ بنی تو خیر نسہی ہمارا دل بیکار نرہے بلکہ خیال شراب و جام کی گذرگاہ ہو جاے یعنے ہمارے نفس کو ذکر آلہی اور تسبیح و تہلیل نصیب نہوے تو نسہی - ہمارا دل شراب کے خیال مین مصروف و مشغول رہے اور ہم شراب نوشی کیا کرین مطلب یہہ کہ بیکاری بُری چیز ہے اگر آدمی کو خیر نصیب نہو تو شر ہی مین مبتلا رہے مگر بیکار نرہے ٭ دل گذرگاہ خیال مے و ساغر باید ٭ گر نفس جادہ سر منزل تقوی نشود ذرا سے تغیر مین سالم شعر فارسی بنگیا - حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور نے اس شعر کی شرح مین جو باریک کی قید لگائی ہے درحقیقت نہایت عمدہ اور بامزہ و پر لطف ہے اور اُسکو اعلی درجہ کا شاعر سمجھہ سکتا ہے یہان باریک بڑے کام کا لفظ ہے کیونکہ جادہ نفس کی صفت باریک ہو سکتی ہے -

ہون ترو عدہ نکرنے مین بھی رازی کبھی	گوش منت کش گلبانگ تسلی نہوا

کہ = کاف تعلیل کا ہے اور اسکے معنے کیونکہ مین - کہ کبھی دوسرے مصرع کے متعلق ہے جو پہلے مصرع مین آگیا ہے اگرچہ فارسی مین بھی استادون کے کلام مین کہین کہین اسطرح آیا ہے مگر حقیقت مین رکیک ہے لہذا مستحسن الترک ہے کیونکہ جو چیز مصرع ثانی کے متعلق ہے اُسکو مصرع اول مین داخل کرنا ضرورت

وزن یا عجز طبیعت کی دلیل ہے۔ **منت کش** = احسان اٹہانے والا
گلبانگ = مجازاً آواز کے معنون مین آتا ہے اور حقیقت مین غنچون کے
چٹخنے کی آواز کو جو شاعرون کے پاس ایک فرضی آواز ہے گلبانگ کہتے
مین یہہ لفظ مرکب ہے لفظ گل اور بانگ سے **تسلی** = خوشی۔ **گوش** =
مذکر ہے مصرع گوش منت کش گلبانگ تسلی نشدہ۔ نشدہ کہنے سے مصرع
فارسی ہوگیا۔

ہم نے چاہا تہا کہ مر جائین سو وہ بہی نہوا	کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجے

یعنے اگر ہم مرجاتے تو ہمکو آفتون سے نجات ملجاتی اور اسی واسطے ہم نے
ایسی خواہش کی تہی۔ مرزا نے اسی غزل مین کہا ہے ؎ مین نے
چاہا تہا کہ اندوہ وفا سے چہوٹون + وہ ستمگر مرے مرنے پہ بہی راضی نہوا
ظاہر ہے کہ دونون شعرون کا مطلب ایک ہے اس سے معلوم ہوا کہ غزل
مین تکرار معنی معیوب نہین ہے۔

ناتوانی سے حریف دم عیسی نہوا	مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب

کہتا ہے کہ مین بسبب ناتوانی کے لب معشوق کی ایک جنبش مین مرگیا اور چونکہ
مین لب معشوق کا مارا ہوا تہا لہذا حریف دم عیسی نہوا کیونکہ حریف دم عیسی ہونا
اپنے لئے ننگ و عار سمجہا۔ جب ایسے معشوق زیبا کے کشتہ و مقتول ہوگئے تو
پہر کیا زندہ ہوتے۔ زندہ ہونے کو اپنے لئے ننگ سمجہا کیونکہ لب معشوق نے

مارا ہے عاشقون کو معلوم ہے کہ بعض وقت معشوق اپنے ہونٹون کو ناز و ادا کے ساتھہ کچھہ حرکت دیتے ہین جسکا مطلب صاف سمجھنے مین نہین آتا مگر اُسمین ہوتی کوئی بات ضرور ہے اور اپنے معشوق کی یہہ جنبش عاشقون کو بہت پیاری معلوم ہوتی ہے اور عاشق اپنے خیال مین جوش عشق کیوجہ سے اس اشارہ کے سیکڑون معنے تصور کر لیتا ہے۔ **صدمہ** = آسیب اور ایک دفعہ باہم کوٹنا۔ یہان پہلے معنے یعنے آسیب مراد ہین اور چونکہ ہونٹون کا باہم ملانا کوٹنے کے ساتھہ مشابہت رکھتا ہے لہذا لفظ صدمہ سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی اور یہہ تازہ و جدید لفظ ہی جو اس صنعت مین مستعمل ہوا ہے درحقیقت میرزا صاحب نے نہایت عمدگی اور تازگی کے ساتھہ اس لفظ کو یہان استعمال کیا ہے اور یہہ لفظ اس صنعت مین معمولی لفظ نہین ہے۔ یہان اس لفظ کے دوسرے معنے مقصود نہین ہین مگر جنبش لب کے ساتھہ مناسبت رکھتے ہین۔ **یک جنبش لب ہے** = یعنے یک جنبش لب معشوق سے۔ **حریف** = اس لفظ کے حقیقی معنے ہم پیشہ اور شریک اور حرف کنندہ کے ہین اور مجازی معنے ہم صحبت اور ہم نشین کے ہین کیونکہ جو ہم پیشہ ہوگا وہ کبھی نہ کبھی ہم صحبت اور ہم نشین ہوگا۔ **سے** = سببیہ ہے ناتوانی سے یعنے بسبب ناتوانی کے **دم عیسی** = عیسی علیہ السلام کی سانس جو مردون کو زندہ کرتی تہی اور یہہ عیسی علیہ السلام کا معجزہ تہا۔ مرگیا اور نہوا کا فاعل غالب ہے۔ یہہ شعر جادہ خیال بندی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام کے اندر محذوفات کے

ہونے سے متعدد معنے پیدا ہوجاتے ہین اور درحقیقت خیال بندی ہین
اکثر یہہ بات ہوتی ہے کہ ضروری الفاظ حذف کردئے جاتے ہین تاکہ
سامع شش و پنج مین پڑجائے اور بلا تامل بلکہ خوض و تامل سے بہی
نہ سمجہے کہ قائل کیا کہتا ہے میرزا صاحب نے اس شعر مین لب کا مضاف
الیہ حذف کردیا ہے لہذا اس شعر کے سننے سے سامع کو بلا تامل یہہ بات
معلوم نہین ہوتی کہ لب سے مراد لب معشوق ہے یا لب عیسی - اب وہ
اطراف وجوانب مین تلاش کرتا ہے اور اپنا خیال چار طرف دوڑاتا ہے
تاکہ مضاف الیہ کو پیدا کرے مگر وہ نہین ملتا لہذا شعر کے مطلب کیطرف
اپنا خیال پھیلایا تو یہہ مضمون ذہن مین آیا کہ حریف دم عیسی نہونے کے
کیا معنے - کیا دم عیسی کوئی خراب چیز ہے جسکا حریف نبنا قائل نہین
چاہتا ہے تو فوراً یہہ بات ذہن مین آئی کہ دم عیسی نہایت پاکیزہ و مقدس
اور مردون کو زندہ کرنے والی شئے ہے جب قائل ایسی عمدہ شئے کا حریف
ہونا نہین چاہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُس سے بہتر اور عمدہ تر کوئی شئے
قائل کو ملی ہے جسکی وجہ سے اُسکو یہہ بے پروائی اور بے اعتنائی ہہی
ہے اب پھر سامع یہہ سوچنے لگا کہ وہ کیا شئے ہوگی اور اسی سوچ کے
ساتہہ قائل پر نظر ڈالی کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے تو معلوم ہوا کہ شاعر ہے
اور شعرا اکثر اپنا ایک فرضی معشوق مقرر کرلیتے ہین اور قائل کو اُس چیز کے
ساتہہ عشق ہوتا ہے وہی شئے اُس کے پاس عزیز تر اور عمدہ تر ہوتی ہے
لہذا یہان سے یہہ معلوم ہوا کہ لب معشوق مراد ہے نہ لب عیسی کیونکہ معشوق

بہت عزیز ہے۔ اُس کے لئے ایک مقدس شے سے دست بردار ہو رہا ہے

وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیاں کا		ستایش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضوان کا

ستایش گر = تعریف کرنیوالا - ستایش = تعریف و توصیف گر = یہان اگر کا مخفف نہین ہے بلکہ ایک حرف ہے جو اسم فاعل کے معنے دیتا ہے بیخود = مست و بیہوش باغ رضوان = یعنے جنت - اور رضوان جنت کے داروغہ کا نام ہے گلدستہ = چند پہولون کو ایک جگہ جمع کرکے جو ایک دستہ اور مجموعہ بناتے ہین اُسکو گلدستہ کہتے ہین اصل مین یہہ لفظ دستۂ گل ہے مگر محاورہ مین بقلب اضافت یعنے گلدستہ بولتے ہین - کہتا ہے کہ ہم بیخودون کو اپنی بیخودی مین وہ سیر دکہائی دیتی ہے کہ ہم جنت کو بہول گئے یعنے ہماری بیخودی سیر و تماشے کے لحاظ سے جنت سے بہتر ہے اپنی بیخودی کی توصیف کی ہے کہ ہم اپنی بیخودی مین تمام کائنات کی سیر کرتے ہین بلکہ ہم ذات باری تعالی کو دیکہتے ہین جسکا جمال پاک سب سے بہتر ہے اور اسی لئے جنت کو بہول گئے یہان بیخودی سے عالم محویت کی بیخودی مراد ہے نہ کہ شراب کی بیخودی - جنت طاق نسیان کا گلدستہ ہے - یعنے جنت کو ہم بہول گئے اور جنت کو فراموش کر گئے - شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے مضمون کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلا ہے - اگرچہ زبان کا فرق ہے -

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہاے مژگان کا | کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

یعنے عشق یار مین یاد دیدار یار کی تمنا مین میری آنکھون نے جسقدر خون میرے دل و جگر مین تھا اُسکو کھینچ کھینچ کر قطرہ قطرہ بہا دیا - آنکھون کی بیداد سے اب میرے دل و جگر مین کچھہ بھو باقی نرہا کیونکہ آنکھون نے ایک ایک قطرہ کو دانہ تسبیح مرجان کیطرح حساب و شمار کرکے بہا دیا - ظاہر ہے کہ دانہ ہاے تسبیح کا حساب و شمار رکھا جاتا ہے - قطرۂ خون اور دانۂ تسبیح مرجان مین تشبیہ تامہ ہے کاوش = کاویدن کا حاصل بالمصدر ہے بیان کیا کیجیے یعنے ہم بیان نہین کرسکتے یعنے بیان کے قابل نہین کیا = یہان نفی کیواسطے آیا ہے -

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے | کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

یعنے تیرے صفاے حسن کے مقابلے مین آئینہ خانہ غیر محسوس و ناپید ہوگیا جیسے آفتاب نکلتا ہے تو شبنم غائب ہو جاتی ہے - نقشہ = یعنے حال اور شکل - پرتو = عکس و چھاؤن - عالم = نقشہ اور حال -

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی | ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

تعمیر = عمارت بنانا اور آباد کرنا - مگر یہان فقط بنانیکے معنے لئے ہین جسکو فارسی مین ساختن کہتے ہین مضمر = پہلے میم کو پیش اور دوسرے

میم کو زبر ہے اور ضمہ واو اور رے ساکن ہین - اس لفظ کے معنے پوشیدہ اور مخفی کے ہین - خرابی - یعنے ویرانی اور تباہی و بربادی ہیولی اس لفظ کے متعدد معنے ہین جیسا کہ لغات اور ڈکشنریون مین لکہا ہی کہ ہر ایک چیز کی اصل اور ہر ایک چیز کی ماہیت اور ہر ایک چیز کے مادے کو ہیولی کہتے ہین - اور حکما نے اپنی اصطلاح مین اس لفظ کی یہہ تعریف کی ہے کہ ہیولی اُس جوہر کو کہتے ہین جو صورت جسمانی کا محل اور حلول گاہ ہوتا ہے اور جوہر اول کو بھی ہیولی کہتے ہین اسیطرح صوفیہ کی اصطلاح مین اس کے معنے کچہہ اور ہین یعنے روح اعظم اور طبیعت کل کو ہیولی کہتے ہین الغرض اس لفظ کے ان معنون کے سوا اور بہی کئی معنے ہین جنکو مین نے یہان بخوف طوالت ترک کیا اور میرزا غالب مرحوم کے اس شعر مین لفظ ہیولی کے وہی معنے ہین جو حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم نے وثوق صراحت مین لکہے ہین یعنے مادہ - اور مادہ کے معنے اصلیت و مواد کے معنے ہین - برق خرمن باضافت - انبار غلہ کی بجلی - یعنے وہ برق جو خرمن پر گرے اور اوسکو جلادے - خرمن = بالکسر انبار غلہ - تودۂ غلہ - اناج کا ڈہیر دہقان = کسان - مزارع - کہیتی کرنیوالا - خون گرم = باضافت تپاک و جوشش دلی اور الفت و محبت کو کہتے ہین اور مجازاً بمعنی سعی و کوشش آتا ہے - یہہ شعر معناً صاف ہے مگر اسمین الفاظ کچہہ دقیق ہین اسی لئے مین نے پہلے لفظون کے معنے لکہدئے - تشاعر سخن ناشناس

جانتا ہے کہ یہ شان غزل کی نہین ہے بلکہ قصیدہ کا انداز ہے کیونکہ دقیق اور مشکل الفاظ غزل مین خوشنما نہین معلوم ہوتے بلکہ قصیدہ مین نہایت زیب دیتے ہین میری رائے مین جس قصیدہ مین شکوہ لفظی نہو وہ قصیدہ ہی نہین ہے غزل مین ایسے دقیق لفظون کا استعمال کرنا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا مگر بعض لوگون کا مذاق ہی ایسا ہوتا ہے جو علاج پذیر نہین ۔ میرزا صاحب اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدنصیبی کو ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ لوگ جو کوشش اور سعی میری صلاح و فلاح کے واسطے کرتے ہین وہ کوشش میرے لئے عین تباہی و بربادی کا باعث ہو جاتی ہے کیونکہ مین اصلیت و ماہیت کے لحاظ سے خرابی اور ویرانی کی شکل و صورت ہون اور میرے محسن کی سعی و سفارش میرے لئے ہی مضر نہین ہے بلکہ میرے محسن کو بھی نقصان پہونچاتی ہے کیونکہ خرمن کے جلجانے سے دہقان کا نقصان ہوتا ہے ۔ اس شعر مین اپنے محسن و مربی کی تشبیہ دہقان کے ساتھہ دی ہے ۔ خونِ گرم دہقان کا یعنے کسان کی سعی و کوشش ہیولیٰ برق خرمن کا ہے یعنے برق خرمن کا مادہ ہے یعنے اسکی کوشش خرمن کو جلا دیتی ہے ۔ مگر میرے آباد کرنے مین ایک شکل درصورت خرابی اور ویرانی کی پوشیدہ ہے یعنے مین آباد نہین ہوسکتا ہون کیونکہ دراصل اور درپردہ عین ویرانی اور خرابی کی شکل ہون لہذا جو کوئی میرا محسن و مربی بنتا ہے وہ خود نقصان اٹھاتا ہے اور میرے امیدون کا ڈھیر خاک وداک ہو جاتا ہے ۔ تعمیر اور خرابی

صنعت تضاد ہے -

اُگا ہی گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر / مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

ویرانی = منادیٰ - اے حرف ندا محذوف ہے یعنے اے ویرانی - تماشا دیکھہ - تماشا کرنا یعنے دیکھنا - یہہ فارسی محاورے یعنے تماشا کردن کا ترجمہ ہے - ویرانی تماشا کر یعنے اے ویرانی دیکھہ - ہر سو = ہر طرف - سب جوانب مین - کل اطراف مین - یعنے میرا گھر ویران ہوگیا ہے اور اُس کے دروازے اور دیوارین گر گئین ہین اور اُس کے ہر ایک جانب مین سبزہ اُگا ہوا ہے جیسا ویران اور افتادہ مکانون مین ہوتا ہے - اے ویرانی اس حالت کو دیکھہ - دوسرے مصرع مین سبزے کی کثرت کا بیان ہے یعنے سبزہ اسقدر اُگا ہوا ہے کہ میرے گھر کا دربان اُسکو کھود کر بیچتا ہے اور اُسکی قیمت پر اپنی زندگی بسر کرتا ہے دربان کو تنخواہ دیجاتی ہے - اب میرے دربان کی یہی تنخواہ ہے کہ میرے خانۂ ویران کی گھاس بیچکر اُسکی قیمت لیتا ہے

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین / چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

اگرچہ مین خاموش ہون اور زبان سے کچھہ نہین کہتا مگر میرے دل مین لاکھون آرزوئین خون شدہ موجود ہین - غریبان = غریب کی جمع ہے اور غریب اُس شخص کو کہتے ہین جو اپنے وطن مین نہو - گور غریبان یعنے اُن لوگونکی قبر جو پردیس مین مرے ہین ظاہر ہے کہ جو شخص پردیس مین مرا ہے

اُسکا کوئی پرسان وجویان نہین ہوتا کیونکہ شخص غریب الدیار کو کوئی جانتا اور پہچانتا نہین - جب غریب الدیار کی ایسی حالت ہوتی ہے تو پھر اُسکی قبر پر چراغ کون جلاتا ہے - کیونکہ قبر پر چراغ روشن کرنا اہل بدعت کے پاس اعزاز و امتیاز کی بات ہے - لہذا دوسرے مصرع کے مجازاً یہہ معنے ہین کہ میرے احوال اور میرے آرزو نکا کوئی پرسان وجویان نہین ہے -

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے	دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندانکا

یعنے جمال یار کے تصور سے میرا دل سطرح نورانی اور منور ہے جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال سے قید خانے کا حجرہ منور تھا - مگر ظاہر ہے کہ زندان یوسف کا حجرہ یوسف علیہ السلام کے فروغ حسن جمال کیوجہہ سے نورانی اور منور تھا اب شاعر کہتا ہے کہ ہمارے دل افسردہ مین ایک ذرا سا خیال جو ہمارے معشوق کا ہے تو اُسکی وجہ سے ہمارا دل بھی حجرہ یوسف علیہ السلام کیطرح منور اور نورانی ہے - اس شعر مین مضمون کی نزاکت یہہ ہے کہ اپنے معشوق کے حسن وجمال کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال سے بہتر قرار دیا ہے دل افسردہ مشبہ اور حجرہ یوسف علیہ السلام مشبہ بہ اور منور ہونا وجہ شبہ ہے - پرتو = عکس روشنی چہاؤن - نقش = صورت افسردہ = غمگین - کملایا ہوا - غمگین اسکے مجازی معنے ہین اور یہان مجازی معنے

مراد ہین یہہ اسم مفعول ہے اور اسم مفعول بمعنی اسم صفت آتا ہے۔ دل افسردہ یعنے ہمارا دل افسردہ۔ ہمارا محذوف ہے۔ گویا = حرف تشبیہ ہے۔ درحقیقت لاجواب شعر کہا ہے۔

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ		سبب کیا خواب مین آکر تبسم ہای پنہان کا

معشوق کو رقیب کے ساتھہ جو وصل ہوگا تو عاشق کی آرزو گی کا باعث ہوگا اور معشوق کا یہہ کام ہے کہ اپنے عاشق کو ستا دے اور رنج دیوے اور اسی غرض سے کہ عاشق کو رنج پہونچے غیر کی بغل مین سو رہا ہے اور عاشق کو ستانیکے لئے اُسکے خواب مین آکر ہنستا ہے جسن تبسم کی خیالی اور وہمی یہہ تعبیر ہے کہ ہم نے غیر کو اپنے وصال سے کامیاب کیا ہے یعنے معشوق جو خواب مین آکر مسکراتا ہے تو عاشق بدگمانی کی راہ سے یہہ سمجھتا ہے کہ غیر کو وصال معشوق حاصل ہوا ہے اور اسیواسطے معشوق مسکراتا ہے کہ دیکھو تمکو ہم نے اپنے وصال سے محروم رکھا اور غیر کو کامیاب کردیا لہذا عاشق اور زیادہ غم کہاتا ہے کیونکہ عاشقی مین وہم اور بدگمانی اور جنون بہت ملے ہوے ہوتے ہین تبسم = حقیقت مین مسکرانیکو کہتے ہین اور ہنسنے کے معنون مین بہی مستعمل ہوتا ہے پنہان تبسم کے صفات مین آتا ہے اور تبسم پنہان ایسے تبسم کو کہتے ہین جسکو سوائے عاشق کے دوسرے لوگ دیکہہ نہ سکین یعنے معشوق اسطرح چہپکر یا دوپٹہ کا دامن وغیرہ آڑ کرکے مسکرائے کہ صرف عاشق اُسکو دیکھے اور دوسرا شخص دیکھنے نپاوے اور معشوق

ایسا تبسم اُسیوقت کرتا ہے جبکہ خود بھی اپنے عاشق پر مائل ہو۔

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا	قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

سرشک = اشک اور آنسو کو کہتے ہین اصل مین سر اشک ہے از قبیل سرچشمہ وسرپنجہ کے۔ **قیامت ہے** = یعنے بڑا کام ہے۔ بڑی بات ہے کار بزرگ و مہم عظیم ہے۔ یہہ چہ قیامت است کا ترجمہ ہے اور فارسی والے چہ قیامت است نہایت آفت خیز کے معنون پر لوستے ہین مژگان کا سرشک آلودہ ہونا کنایہ ہے رونے سے۔ کہتا ہے کہ اے معشوق تو جو روتا ہے یہہ ایک بہت بڑی بات ہے اور یہہ ایک آفت خیز معاملہ ہے۔ نہین معلوم تو نے کون کونسے عاشقان وفادار کا قتل کر دیا ہے کہ جسکی وجہ سے اب پچتاتا ہے اور روتا ہے کہ کیون قتل کر دیا اُن کے وجود سے تو میری شہرت اور ناموری اور بھلائی تھی۔ حاصل یہہ کہ معشوق اپنے عاشقان صادق کے مقتول ہو جانے پر روتا ہے۔ **کس کس کا** یعنے کون کونسے عاشقان صادق کا۔ **پانی ہونا** = یعنے بہنا کیونکہ پانی ایک سیال اور بہنے والا عنصر ہے لہذا پانی ہونیکے مجازی معنے بہنے اور روان ہونے اور جاری ہونے کے ہین۔

نظر مین ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب	کہ یہ شیرازہ ہے عالم کی اجزاے پریشان کا

یعنے اے غالب ہماری نظر مین جادۂ راہ فنا ہے کیونکہ جادۂ راہ فنا عالم کے اجزائے پریشان کا شیرازہ ہے - یہہ کا مشار الیہ جادۂ راہ فنا ہے نہ نظر - عالم یعنے دنیا کو کتاب قرار دیا ہے - جادہ کے معنے راستہ کے ہین پھر جادۂ راہ فنا اضافت در اضافت محل تامل ہے شاید ضرورت وزن کے لحاظ سے اسطرح کہا ہے اب بعض لوگ اسکی تقلید کرکے قالب تن بیجان وغیرہ کہا کرتے ہین اہل لسان کے کلام مین اسطرح دیکھنے مین نہین آیا - دنیا کے جو پریشان اجزا ہین یعنے خواہشات نفسانی اور شہوات بہیمی یہہ سب موت کا خیال باندہنے سے فنا ہو جاتے ہین اور اسیواسطے یہہ مضمون حدیث شریف مین آیا ہے کہ موت کا ذکر ہادم لذات ہے یعنے خواہشات نفسانی اور طمع دنیوی کیوجہ سے آدمی پریشان خاطر رہتا ہے مگر جب موت کو یاد کرے اور انجام کو دیکھے اور خاتمہ پر نظر ڈالے تو دلکو کچھہ جمعیت حاصل ہو جاتی ہے -

نہو گا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا	حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ میرا نقش قدم بھی میرے ساتھہ ساتھہ چلا آتا ہے جسطرح موج کے ساتھہ موج کے بلبلے چلے آتے ہین اور حباب موجہ سے یہہ معنے نکلتے ہین - شعر کا مطلب یہہ ہے کہ میرا

ذوقِ صحرا گردی کبھی کم نہو گا۔ مولانا ذوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
ع وہ ہون مین رہ نوردِ شوق میرے ساتھ جاتا ہے + بہ رنگ سایۂ
مرغ ہوا نقش قدم میرا + اور اس ہیچمیرز کا شعر ہے ع یہہ شوق قطع
راہ ہے مجلو کہ دشت مین + مجھہ سے بھی گرم تر مرا نقش قدم ہوا +
ان تینون اشعار کا مضمون ایک ہے مگر پیرایہ جُدا جُدا ہے اور مضمون
یہہ ہے کہ ہملو ذوقِ دشت نوردی و شوق صحرا گردی بیحد و بے انتہا ہے
اور میری رائے مین ذوق علیہ الرحمۃ کا شعر سب سے بہتر ہے کیونکہ ندرت
تشبیہ کے علاوہ قریب الفہم ہے۔ مرزا غالب نے یہہ مضمون نقش قدم
متعلق کہا ہے اور درحقیقت حباب موجۂ رفتار کی تشبیہ تازہ و جدید ہے
مگر بعید الفہم ہے اور جو دلچسپی ذوق کی تشبیہ مین ہے وہ اس تشبیہ مین
نہین ہے مگر تاہم عمدہ تشبیہ ہے ماندگی = تھکاوٹ ۔ تکان ۔
یک بیابان = کثرت اور افراط کے موقع پر بولتے ہین اور اسکے
معنے کثیر اور بے انتہا اور نہایت کے ہین۔ موجہ = موج اور موجہ
مترادف ہین یعنے جو معنے موج کے ہین وہی معنے موجہ کے ہین۔ موجہ
مزید علیہ ہے موج کا اور موجہ کی ہ زائد ہے۔

تھی گرچہ بوئے گل ہے نا کہ آئین آتا ہے دم میرا	محبت تھی چمن سے لیکن اب یہہ بے دماغی ہے

یعنے اب بوئے گل میرے موافق مزاج و سازگار طبیعت نہین ہے بے دماغی
یعنے بے پروائی و اعراض و انکار۔ بوئے گل کو موج کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین

اور ہر ایک بو کو موج کے ساتھہ تشبیہ دے سکتے ہین مگر بو کی افراط و طغیانی وکثرت شرط ہے اگر افراط بو کی نہو تو اسکو موج کے ساتھہ تشبیہ نہین دے سکتے۔ اس شعر کے مضمون سے بوسے فراق آتی ہے اور فراقیہ مضمون معلوم ہوتا ہے۔ کہ = کاف بیانیہ ہے جو بے دماغی کا حال بیان کرنیکے لئے آیا ہے چمن سے = یعنے چمن کے ساتھہ۔ یہہ سے معیت کے معنے دیتا ہے۔ موج بوئے گل سے یعنے بسبب موج بوئے گل کے۔ یہہ سے سببیہ اور علت بیان کرتا ہے۔ شعر نہایت عمدہ اور صاف ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی	عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ اور میر حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ در عاشقی ہمیر حسن تا نشوی تمام ٭ نشنیدہ ہر آنکہ نمیرد تمام شد۔ ان ابیات کا حاصل یہہ ہے کہ عشق و عاشقی مین جو شخص مرجاتا ہے وہ زندگی دوام پاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص عاشق پاک ہو کر مریگا وہ شہید کا درجہ پائیگا جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ وَمَاتَ فَمَاتَ شَهِيدًا اب میرزا غالب یہہ فرماتے ہین کہ مین سراپا رہن عشق ہون لہذا مجکو حیات جاوید و زندگی دوام حاصل ہوئی ہے اور اس حیات جاویدکے حاصل کرنے مین مین مجبور

ومعذور ہون کیونکہ سراپا مرہون عشق ہون اور عشق و عاشقی پاک کا یہہ نتیجہ ہے کہ حیات جاوید حاصل ہو جائے مگر مین نے جو عشق و عاشقی کی تہی تو اُسکی غرض اور غایت یہہ تہی کہ مین فنا کا طالب تہا اور معدوم ہونا چاہتا تہا کیونکہ عشق کو مہلک اور جان ستان اور فنا کنندہ جانتا تہا مگر میرے عندیہ کے برخلاف مجکو ہستی حاصل ہوی اور ناگزیر ہستی کی محبت و الفت میرے دامنگیر ہوی لہذا میرزا صاحب دوسرے مصرع مین تعجب و تحیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عشق جو برق کے مانند ہے اسکی عبادت محض سوختہ و فنا ہونے کے لئے کرتا تہا مگر مجکو فنا کے عوض مین بقا حاصل ہوا تو اس حاصل پر جو میری مرضی اور میری خواہش کے برخلاف ہے افسوس کرتا ہون کیونکہ مقتضاے عالم زندگانی افسوس ہے ۔ المختصر یہہ کہ ہم نے عاشقی کرکے حیاتِ جاوید حاصل کیا جو ہم کو ناگوارا اور ناپسند ہے ۔ کیونکہ ہم تو فنا کے طالب تھے ۔ اس شعر مین تعقید معنوی بہت کچہہ ہے اور یہہ شعر جادۂ خیال بندی کا عمدہ نمونہ ہے ۔ کیونکہ ایک صاف مضمون کو کسقدر پیچیدہ بنا کر لکہا ہے ۔ پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سراپا رہنِ عشق و ناگزیر الفتِ ہستی ۔

جو تو دریا مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا		بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی بھی

ظرف = یعنے حوصلہ و استعداد و لیاقت ۔ خمیازہ = انگڑائی ۔ شاعر نے اس شعر مین ساقی کو دریا سے اور اپنی ذات کو ساحل سے تشبیہ دی ہے

بقدر = باندازہ - بمقدار - تشنہ کامی = تشنگی اور پیاس - خمار = اعضا شکنی و درد سر وغیرہ خراب حالت جو شراب کا نشہ اتر جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے - ساقی = منادی یعنی اے ساقی - کہتا ہے کہ جسقدر ساقی کے پاس شراب ہے اُسیقدر مین تشنہ اور پیاسا ہون یعنے ساقی سے مجکو کوئی فایدہ اور فیض حاصل نہین ہے اگر ساقی دریاے شراب ہے تو مین ساحل تشنہ کامی ہون یعنے مجکو ساقی سے کچھہ فایدہ نہین چنانچہ مرزا صائب تبریزی رح فرماتے ہین ؎ تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل * کہ خضر ع از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را - مرزا غالب کہتے ہین کہ میرا بھی ایسا ہی حال ہے - حالانکہ ساقی دریای شراب ہے مگر مین ساحل کیطرح تشنہ کام اور ناکام ہون باوجودیکہ ساقی سے نزدیک ہون مگر فیض یاب نہین ہون اور تشنہ دہن و خشک لب ہون جیسے ساحل کہ دریا سے نزدیک ہے مگر تشنہ اور خشک اور سوکھا ہوا ہے -

جسقدر ساقی فراخ حوصلہ ہے اُسیقدر مین محروم القسمت ہون - ظرف یعنے ظرف ساقی - ظرف کا مضاف الیہ جو ساقی ہے اُسکو قائل نے حذف کر دیا ہے تاکہ کلام مین دقت اور اشکال پیدا ہو - یہان یہہ بات معلوم کرنا ضرور ہے کہ ظرف کس کا طرز بیان سے ظاہر ہے کہ یہان ساقی کا ظرف مراد ہے - اس شعر مین ایک پہلو یہہ ہے کہ ساقی سے طلب شراب پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شخص خمار زدہ ساقی سے شراب طلب کرتا ہے اور شراب مانگتا ہے - جیسے کوئی غریب آدمی کسی امیر سے کہے کہ آپ امیر ہین

تو مین فقیر ہون اس جملہ مین کنایۃً ایک گونہ طلب مال اور سوال پایا جاتا ہے - اگرچہ صراحت نہین ہے

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا	یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یان = یعنے دنیا مین یا محفل سماع یا بزم نشاط مین - **محرم** = رازدار - واقف کار اور یہہ مجازی معنے ہین - بعض گروہ صوفیہ کے پاس سماع جائز ہے اور یہہ سمجھتے ہین کہ اسکے ذریعہ سے تقرب الی اللہ حاصل ہو سکتا ہے - تو معلوم ہوا کہ اس شعر مین مخاطب علماے ظاہر ہین یا وہ لوگ مخاطب ہین جو سماع کے مخالف ہین - شاعر کہتا ہے کہ اے مخالف سماع تو نواہاے راز کا رازدار اور واقف کار نہین ہے اگر تجکو وقوف ہوتا تو ہر ایک حجاب کو پردہ ساز تصور کرتا - یعنے سماع کی مخالفت عدم وقوف کی وجہ سے ہے - ساز مین پردے ہوتے ہین لہذا حجاب کا لفظ ساز کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - **نوا** = یعنے نغمہ اور موسیقی کے مقامون سے ایک مقام کا نام ہے لہذا یہہ لفظ بھی ساز کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - **حجاب** = پردہ

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے	یہہ وقت ہے شگفتن گلہاے ناز کا

ناز = سوا معنی مشہور کے سرو کے اقسام مین سے ایک قسم ہے اور اسکو ناز اسواسطے کہتے ہین کہ شمائل نہین ہوتا - یہہ بات معلوم ہے کہ سرو کو پھول اور پھل نہین ہوتے یہان شاعر نے یہہ مضمون اخذ کیا ہے کہ ہم عاشقون کا

گلستان اور ہم عاشقون کی صبح بہار ہمارا ہی رنگ شکستہ ہے اور کچھہ نہین -
جیسے سرو ناز کو پہول اور پہل نہین ہوتے اسیطرح ہماری صبح بہار نظارہ کو
پہول اور پہل نہین ہوتے بلکہ یہان صبح بہار ہی نہین ہے صرف ہمارے ہی
رنگ شکستہ کا نظارہ ہے - یہان باغ کہان اور یہان بہار کہان - یہان
سرو ناز کے پہول کہل رہے ہین ظاہر ہے کہ سرو کو پہول نہین ہوتے اس سے
یہہ بات نکالی کہ ہمکو بہار اور باغ نہین ہے بلکہ ہم شکستہ خاطر اور شکستہ رنگ
ہین **شوکت** بخارائی کا شعر ہے ؎ ز جوش گریہ ما گاہوارہ بیتاب -
بیاض دیدۂ آہوست شیر دایہ ما * جو علما اور اوباش شوکت کی طرز خیال بندی
سے ناآشنا اور ناواقف تھے اُنہون نے شوکت کے اس شعر پر یہہ اعتراض
کیا تہا کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی اور بعض صاحبون نے
ارشاد فرمایا تہا کہ شاید ایران کے ہرنون کی آنکہہ مین سفیدی ہوتی ہوگی
غرض خیال بندی نے بہت سے لایق لوگون کو بھٹکا دیا اور یہہ بات
ذہن مین نہ آئی کہ قائل کا عین مقصود یہی ہے کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی
نہین ہوتی ہے اور اسیواسطے یہہ کہا ہے کہ ہماری دایہ کا دودہ چشم
آہو کی سفیدی ہے چونکہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی لہذا اُس سے
یہہ استعارہ کیا کہ دودہ نہین ہے - مرزا غالب مرحوم چونکہ شوکت کے
مقلد تہے لہذا انہون نے شوکت کی اسی ترکیب سے یہہ ترکیب نکالی ہے
اور درحقیقت مرزا کا یہہ شعر اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور مرزا کی عالی
دماغی اور نازک خیالی کا عمدہ ثبوت دے رہا ہے - خیال بندی سے

عمدہ چیز مگر اُسیوقت جب اُسکے اصول اور قواعد مقرر ہو جائین - مرزا غالب کے اس شعر کے معنے جو مین نے بیان کئیے ہین اُن کے سوا کوئی دوسرے معنے مربوط اور چسپان نہین ہوتے - شوکت بخارائی کا ایک شعر اسی قسم کا ہے وہ کہتا ہے ؎ شنیدہ اند بتان ہمین کلام مرا ٭ نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا - آب عقیق = کوئی سیال چیز نہین ہے جس سے کچھہ لکھہ سکین - پس آب عقیق یعنے جلای عقیق اور رونق عقیق - لہذا دوسرے مصرع کا یہہ مطلب ہے کہ بتان ہمین مجکو بہول گئے اور فراموش کر گئے - دیکھیے خیال بندی اور تازہ تراکیب یہہ ہین جو نہایت لذیذ اور دلچسپ ہوتے ہین مگر بعض مضمون جادۂ خیال بندی مین بالکل غیب ور بے پتہ ہو جاتے ہین یہہ اون کے مصنفون کی کم استعدادی کا باعث ہے یا خیال بندی کے فروع اور اصول مقرر نہونے کا سبب ہے یا یہہ جادہ ہی کچھہ ایسا ہے کہ کہین بہار اور لطف دیتا ہے اور کہین دردسر اور رنج پہونچاتا ہے اور کہین غائب از نظر ہو جاتا ہے نظارہ - یعنے دیکھنا - یہہ لفظ تشدید کے ساتھہ ہی مگر تخفیف کے ساتھہ ہی بولتے ہین - رنگ شکستہ = یعنے رنگ رفتہ - جو رنگ چہرہ سے اُڑ گیا اُسکو رنگ شکستہ کہتے ہین - شکستہ رنگ کے صفات مین سے ہے -

تو اور سوئے غیر نظر ہائے تیز تیز	مین اور دُکھہ تری مژہ ہائے دراز کا

دونون مصرعون مین اور ملازمہ کا ہے یعنے تیرے لئے وہ لازم ہے اور میرے لئے

یہہ لازم ہے یعنے غیر کی طرف تیز تیز نگاہین کرنا تیرے لئے لازم ہے اور تیرے مژگانِ دراز کا غم کہانا میرے لئے لازم ہے - مطلب یہہ کہ معشوق جو غیر کی جانب دیکہتا ہے تو مجکو غم والم ہوتا ہے دکھہ = رنج واندوہ وغم والم - غیر = رقیب -

صرفہ ہی ضبط آہ مین میرا - وگرنہ مین	طعمہ ہون ایک ہی نفسِ جانگداز کا

صَرفہ یعنے فایدہ ومنفعت ونفع - طعمہ = نوالہ ولقمہ نفس = دم اور سانس - اگر ضبط آہ نکرون تو ایک ہی نفسِ جانگداز کا طعمہ ہون لہذا ضبط آہ مین میرا صرفہ ہے -

ہین بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اوچہل رہے	ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

جب شراب تیز اور تند ہوتی ہے تو شیشے شراب کے خودبخود اُچہلتے ہین اور ٹوٹ جاتے ہین جیسے سوڈا واٹر اور لمونیڈ کے شیشے کہ جب سوڈا وغیرہ تیز اور پرجوش ہوتا ہے تو شیشے خودبخود اُڑتے ہین اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہین - بساط = یعنے فرش - ازبسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اوچہل رہے ہین لہذا بساط کا ہر ایک گوشہ گویا شیشہ باز کا سر ہے -

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا ہنوز	ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

گرہ نیم باز سے مراد دل ہے - دل اور گرہ مین تشبیہ ہوتی ہے وجہ شبہ

کو چکی اور مدور ہوتا ہے - نیم باز = یعنے نیم کشادہ اور آدہا کہلا ہوا-
کرے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہ مین کرتا ہے یا کریگا کہتے ہین
کہ = کاف تعلیل کا ہے اسکے معنے ہین کیونکہ - یہان ناخن کے حقیقی
معنے مراد ہین کیونکہ دل کو گرہ نیم باز کہا ہے اور گرہ کے لئے ناخن
حقیقی درکار ہے نہ مجازی - کاوش = کاوتن کا حاصل بالمصدر
ہے کاوش یعنے کہودنا - تفحص و تجسس - یہہ کاو کاو کا مترادف ہے
اور اس کے معنے ہین اسی رسالے مین مفصل لکہہ چکا ہون - اس شعر
مین دل قرض دہ اور ناخن قرض گیر اور کاوش قرض ہے اسیواسطے
دل اپنے مال کا تقاضا کرتا ہے جو کاوش ہے -

تاراجِ کاوشِ غمِ ہجران ہوا اسد	سینہ کہ تہا دفینہ گہرہا ے راز کا

دفینہ = جو مال زمین مین دفن ہو اسکو دفینہ کہتے ہین - مجازی معنے
خزانے کے ہین - سینہ مبتدا اور تاراج کاوشِ غمِ ہجران اسکی خبر اور
ہوا فعل ناقص ہے - اسد = منادی یعنے اے اسد - یعنے غمِ ہجران نے
میرے سینہ کو جو گہرہا ے راز کا دفینہ تہا برباد کردیا یعنے غمِ ہجران نے
ہمکو مار ڈالا اور ہمارے مرگ کا باعث ہوا اور ہماری کچہہ قدر نکی - ~~سے~~
تاراج کاوشِ غمِ ہجران شد اسد بہ سینہ کہ بد دفینہ گہرہا ے راز را ، ذرا سے
تغیر مین شعر فارسی ہوگیا -

بزمِ شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کہلا	رکہیویارب یہہ درِ گنجینۂ گوہر کہلا

گنجینہ گوہر یعنے بزم شاہنشاہ۔ مطلب یہہ ہے کہ ہمارے شاہنشاہ کو شعر و شاعری کا ذوق و شوق ہوا ہے اور خود شاہنشاہ شعر کہتے ہین اور شاعرون کی قدر کرتے ہین چونکہ مین بہی شاعر ہون لہذا یہہ دعا دیتا ہون کہ خداے تعالی بزم شاہنشاہ کو قایم رکہے تاکہ میری بہی کبہی کچہہ قدر ہو جاے اور انعام و خطاب ملجائے۔ پہلا کہلا ماضی مطلق ہے معنے پر اور دوسرا کہلا اسم مفعول کے معنے پر ہے۔ مصرع ثانی مین جو کہلا ہے اُسکے معنے ہین کہ کہلا ہوا۔ الحاصل یہہ در گنجینہ گوہر یعنے یہہ در بزم شاہنشاہ کہلا ہوا رکہیو۔ رکہیو اب متروک ہے اسکی جگہ مین رکہیو یا رکہنا کہتے ہین۔ دوسرے معنے یہہ ہین کہ گنجینہ گوہر اشعار کا دفتر ہے۔ اور بزم شاہنشاہ اُس گنجینہ کا در ہے یعنے بزم شاہنشاہ مین عمدہ اور منتخب اشعار جو جواہر کے جیسے ہین اُنکا تذکرہ اور چرچا ہے لہذا مین جو شاعر اور سخن شناس ہون دعائے خیر دیتا ہون کہ وہ دروازہ ہمیشہ کہلا ہوا رہے۔ دونون معنون کا حاصل ایک ہے کہ بادشاہ کو شعر و سخن کا ذوق و شوق ہوا ہے۔ اللہ تعالی بادشاہ کو سلامت رکہے۔

اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کہلا	شب ہوی پہر انجم رخشندہ کا منظر کہلا

ظاہر ہے کہ جب ہندو لوگ بتکدہ کا دروازہ کہولتے ہین تو روشنی کرتے ہین اور چراغین جلاتے ہین اور بہی انواع و اقسام کی آرایشین اور تکلفات کرتے ہین منظر یعنے نظرگاہ مناظر اسکی جمع ہے انجم ستارے۔ کواکب۔ نجم اسکا واحد ہے

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کہاؤن فریب	آستین مین دشنہ پنہان ہاتھہ مین نشتر کہلا

دشنہ حقیقت مین ساطور کو کہتے ہین جس سے گوشت کاٹتے ہین اور یہہ فارسی
زبان کا لفظ ہے ساعد اور کلائی کی تشبیہہ اسکے ساتھہ دیجاتی ہے جیسے ابرو کی
تشبیہہ کمان اور تلوار سے اور نظر کی تشبیہہ تیر اور تلوار سے دیتے ہین -
یہہ شعر مرزا نے ساعد معشوق کی تعریف مین کہا ہے اور اُسکے ساعد حسین کو
اپنے لئے دشنہ و ساطور قرار دیا ہے یعنے جس ہاتھہ مین فصد دیوانہ کے لئے
نشتر ہے وہی ہاتھہ میرے لئے باعث جنون ہو رہا ہے - اس شعر مین
دوست کا لفظ ایسا ہے کہ اتفاق سے مربوط نہین ہوتے کیونکہ منافق کو
دوست کہہ نہین سکتے - یہہ بہی ممکن ہے کہ طعن و طنز کی راہ سے دوست
کہا ہو اور مراد دشمن ہو مگر ان معنون مین تعقید معنوی بہت ہے - کہلا =
یعنے کہلا ہوا - ماضی مطلق کا صیغہ اسم مفعول کے معنون مین آتا ہے -

گو نہ سمجہون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بہید	پر یہہ کیا کم ہے کہ مجہہ سے وہ پری پیکر کہلا

اُسکی باتین اور اُسکا بہید اضمار قبل الذکر ہے ان ضمیرون کا مرجع پری پیکر ہے
جو مصرع ثانی مین آیا ہے - گو = اگرچہ - ہرچند - پر = یعنے مگر جو استثنا
کیواسطے آتا ہے مگر پر ان معنون مین اب متروک ہے - پری پیکر =
پیکر پری دارندہ - پیکر جسم اور جثہ کو کہتے ہین - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور
ایسے معشوق کو کہتے ہین جسکا جسم از سر تا پا بہت حسین اور خوبصورت ہو -

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال	خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کہلا

کہلا یعنے کہلا ہوا حسن عمل کا سا یعنے حسن عمل کیطرح اور حسن عمل کی مانند

زلف سے بڑھکر نقاب اُس شوخ کے منہ پر کہلا	منہ نہ کہلنے پر ہی وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین

عالم یعنے حالت و کیفیت - بعض عورتون اور معشوقون کے چہرہ پر نقاب بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور بعض کے چہرون پر برعکس - نقاب مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان کہا ہے - مگر لکہنو والے نقاب کو مؤنث باندہتے ہین چنانچہ امانت کہتے ہین ۔ چہرہ سے اپنے دور جو اُس نے نقاب کی + رنگت سفید شب کو ہوی ماہتاب کی + منہ نہ کہلنے پر یعنے حالانکہ منہ نقاب کے اندر ہے -

جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کہلا	در پہ رہنے کو کہا اور کہکے کیسا پہر گیا

یعنے میرا معشوق ایسا متلوّن المزاج ہے کہ مجکو در پہ رہنے کو کہا اور جب مین نے اُسکا حکم سنکر اپنا بستر اُسکے دروازے پر کہولا تو اتنے مین معشوق نے مجکو منع کردیا اور یہہ کہا کہ اپنا بستر اُٹھالے اور یہان سے چلدے یا فرار ہو - غرض اس شعر مین شاعر نے اپنے معشوق کا تلوّن اور عدم استقلال بیان کیا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ معشوق بسبب تلون کے مجہہ سے بہت جلد منحرف ہو گیا اور اپنے قول سے پلٹ گیا - عرصہ یعنے مدت اور وقت اور اتنا - کہلا یعنے در پر کہلا -

آج اُدہر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کہلا	کیون اندہیری ہے شب غم ہے بلاؤن کا نزول

اندہیری اور شب تاریک مین کواکب اورزیادہ سے زیادہ چمکتے ہین اور بسبب چاند کی روشنی نہونے کے تارون کی روشنی اور درخشندگی شب تار مین بہت بڑہجاتی ہے لہذا اس شعر کا مضمون بداہت اور فطرت آسمانی کے برخلاف ہے اوراس شعر مین بداہت کا انکار ہے۔ شاید شاعر نے اپنے عالم خیال مین ایک بات فرض کرلی ہے جو بے لطف ہے جو لوگ فطرت کے دلدادہ اور حقایق کے گرویدہ ہین وہ اس شعر کے مضمون سے غالباً متعجب ہون گے اوراس شعر کی شرح مین یہہ قید لگانی کہ عرش پر سے بلائین اُترتی ہین اور عرش کو منسوب بہ بلیات و آفات کرنا صحیح نہین کیونکہ ادب کے خلاف ہے اور عرش جو اللہ تعالی کا استواگاہ ہے اسکو عیب لگانا اور بدنام کرنا ہے شعرا وغیرہ نے آسمان کو بلا کے ساتھہ منسوب کیا ہے نہ عرش کو اس شعر کے معنے جو میرے ذہن مین آتے ہین وہ یہہ ہین کہ غم کی رات مین ہمارے گھر مین اندہیری ہے اور چراغ نہین ہے اور تارون کی اور چاند کی روشنی بھی ہمارے گھر مین نہین آتی ہے کیونکہ ابر حائل ہے اور تارون کی آنکھین یا مہتاب کی آنکھہ ابر و سحاب کی طرف کہلی ہوی ہے نہ ہمارے گھر کی جانب۔ فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع خانۂ درویش را شمع بجز مہتاب نیست۔ میرزا یہہ کہتے ہین کہ غم کی رات مین ہمارے گھر کو شمع مہتاب بھی نصیب نہین ہے کیونکہ ابر حائل اور مانع ہے اور دیدۂ مہتاب ابر کیطرف کہلا ہوا ہے۔ بہرحال اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدقسمتی کو ظاہر کیا ہے کہلا۔ یعنے کہلا ہوا۔ ماضی مطلق بمعنی اسم مفعول آتا ہے۔ میرزا صاحب کی

اس طرز گفتار مین صرف اشارات و کنایات ہین جنکے ہر ایک شخص جدا جدا معنے بیان کرتا ہے اور اشارات و کنایات مین ہوتا یہی ہے کہ کوئی معنی معین و مقرر نہین ہو سکتا کیونکہ جہان صراحت اور وضاحت نہو تو سامع کا خیال ادراک معنی کے لئے چوطرف دوڑتا ہے اور جو معنے اُسکے ذہن مین مدرک ہون اُنہی مضمون کو کچھہ یقین اور کچھہ شبہہ کے ساتھہ یہہ سمجھتا ہے کہ قائل کا مقصود ہے اسواسطے ایسی طرز گفتار کو شعرا سے فصاحت شعار نا پسند کرتے ہین اور معیوب جانتے ہین کیونکہ وہ آیات بینات کے شائق و طالب ہین اس شعر کے ایک دوسرے معنے یہہ بہی ہو سکتے ہین کہ دیدۂ اختر ہمارے معشوق کیطرف کہلا ہوا ہے نہ ہماری طرف ۔ یعنے کواکب و سیارات ہمارے معشوق کے نظارہ مین اور ہمارے محبوب کے دیکہنے مین مصروف ہین لہذا اُن کی روشنی ہمارے کاشانہ تک نہین پہونچتی ۔ اور اسوجہ سے ہمارا گہر تاریک ہے اور ہمارے گھر مین بلاؤنکا نزول ہورہا ہے اُدہر ہی کو = یعنے معشوق کے طرف ۔

شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا	شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا

اس شعر کے مصرع ثانی مین تھا کی جگہ بود لکھہ دیجئے تو بہا لم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب بود ٭ اور پہلے مصرع مین اور تھا دو لفظ اردو کے ہین باقی کل الفاظ اور تراکیب فارسی کے ہین میرزا کا کلام سمجھنے مین اردو والون کو جو دقتین پیش آتی ہین ازانجملہ

ایک بات قت یہہ بہی ہے کہ میرزا کے کلام مین فارسی بہت ملی ہوی ہے اور فارسی
بہی وہ فارسی جو میرزا بیدل اور ناصر علی کی فارسی ہے نہ کہ فصحاے عجم کی
فارسی ظاہر ہے کہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی مین ایسے مشکل تراکیب اور پیچیدہ
اسالیب کثرت سے موجود ہین جو اصلی فارسی یعنے روزمرہ ایران مین نہین
ہین اسیواسطے اہل لسان اور اُن کے پیرو بیدل اور ناصر علی کی فارسی کو
فارسی ہندی اور بے معنی اور لغو و پوچ و پادرہوا و خرافات کے خطابات
دیا کرتے ہین - جَوّالہ = بہت اطراف پہرنیوالا - یہہ مبالغہ کا صیغہ ہے -
اسکا مصدر جَول ہے اور جَول کے معنے اطراف پہرنے کے ہین - یہہ لفظ
شعلۂ تیز و تند کی صفت مین اکثر آتا ہے - شعلۂ جوّالہ یعنے وہ شعلہ جو جلانے
کے لئے اطراف بہت پھرتا ہو - جَوّل فتح کے ساتھہ آتا ہے
یعنے جیم پر فتحہ ہے - **زہرہ آب ہونا** = زہرہ پگھل جانا
یعنے نامرد ہو جانا بہت ڈرنا - نہایت خوف کہانا یہہ فارسی
محاورے زہرہ آب شدن کا ترجمہ ہے زہرہ فارسی مین پتے کو
کہتے ہین شاعر نے اس شعر مین سوز دل کو برق کے ساتھہ
تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ میرے سوز دل سے رات کو
ابر بہت ڈرتا تہا کیونکہ میرے سوز دل کا ہر ایک شعلہ جوالہ حلقۂ گرداب
کی مانند تہا - ظاہر ہے کہ جو شئی گرداب مین آجاتی ہے وہ پھر نجات
نہین پاتی اور گہوم گہوم کر ہلاک ہو جاتی ہے - اسیواسطے ابر اپنی
ہلاکت سے خوف کہاتا تہا کہ مبادا کسی شعلہ جوالہ مین پہنس جائیگا

تو ہلاک ہو جائیگا۔

واں کرم کو عذر بارش تھا عناں گیر خرام	گریہ سے یاں پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

یعنے ہمارے پاس آنے میں معشوق کو یہہ عذر تھا کہ بارش ہے اسوجہ سے معشوق آ نہیں سکتا تھا کیونکہ کیچڑ اور پانی میں آنا ممکن تھا اور معشوق کی جدائی و فرقت میں ہمارا یہہ حال تھا کہ ہم بہت روتے تھے اور ہم اسقدر روئے کہ ہمارے گریہ سے ہماری بالش کا پنبہ کف سیلاب کیطرح پانی پر یعنے آب گریہ پر تیر رہا تھا بلکہ کف سیلاب نہ تھا پنبۂ بالش ہی تھا جو تیر رہا تھا۔ پنبہ اور کف میں مشابہت ہے اور وجہ شبہ سفیدی و نرمی ہے۔ بالش یعنے تکیہ۔

یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی	جلوۂ گل واں بساط صحبت احباب تھا

یاں نفس الخ اس مصرع کی ترکیب نحوی یہہ ہے کہ نفس فاعل ہے اور روشن کرتا تھا اسکا فعل مرکب ہے اور شمع بزم بیخودی مفعول بہ ہے یعنے ہمارا نفس بزم بیخودی کی شمع کو یہاں روشن کرتا تھا۔ روشن کرنا = مصدر مرکب ہے نفس مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہاں باندھا ہے۔ اس مصرع کے یہہ معنے ہیں کہ ہم بسبب شدت غم و اندوہ کے بیخود و بیہوش تھے۔

یاں ہجوم شور بیخوابی سے تھا دیوار جو	واں وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

دوسرے مصرع کے یہ معنے ہین کہ معشوق آرام و استراحت کر رہا تھا ۔ **فرق ناز** یعنے سر ناز فرق تالو کو کہتے ہین مگر یہان قاعدہ مجاز مرسل کے رو سے سر مراد ہے ۔ **محو** یعنے مصروف و مشغول ۔ **بالش** = تکیہ **کمخواب** = ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے جو قیمتی زردوزی پر تکلف ہوتا ہے ۔ **پر شور** = دیوانہ شور سے بھرا ہوا ۔ **دیوار جو** = دیوار ڈھونڈنے والا ۔ جو یہان امر کا صیغہ ہے جستن سے ۔ دیوار جو اسم فاعل ترکیبی ہے ۔

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا	دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذت یاب تھا

یہان ناخن حقیقی مراد نہین ہے بلکہ ناخن مجازی مراد ہے ۔ **رنگ** یعنے طرز و طریقہ و طور ۔ ٹپکانے لگا کا فاعل دل ہے ۔

نالۂ دل مین شب اندازِ اثر نایاب تھا	تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر گو بیتاب تھا

پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ رات کو نالۂ دل مین اثر نہ تھا اور نالۂ دل غیر موثر تھا مصرع دوم مین اثر نہ ہونے کا ثبوت بیان کیا ہے اور اس مصرع کی ابتدا مین کیونکہ کا لفظ مقدر ہے ۔ اور اس مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ وصال یار سے غیر کامیاب تھا کہ مین ۔ مطلب یہہ ہے کہ دل میرا اسپند بزم تھا ظاہر ہے کہ سپند آگ پر بیقرار ہوتا ہے اس سے یہہ کنایہ کیا کہ میرا دل بیقرار و بیتاب تھا اور بیقراری کی وجہ یہہ تھی کہ وصل غیر کو دیکھتا تھا چونکہ وصل یار غیر کو حاصل تھا اور اس وجہ سے میرا دل بیقرار تھا تو معلوم ہوا کہ نالۂ دل

مین رات کو کچھہ اثر نہین تھا - اگر میرے نالۂ دل مین اثر ہوتا تو غیر کا ... نہوتا - چونکہ سپند کو آتش پر ڈالنے سے چٹ پٹ کی آواز آتی ہے لہذا یہان لفظ سپند نالۂ دل کے ساتھہ کمال مناسبت اور ... رکھتا ہے **سپند** = کسی قسم کے بیج اور تخم ہین جنکو نظر بد دفع کرنیکے لیے جلاتے ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ مہندی کے بیجون کو سپند کہتے ہین ذرا سے تغیر مین مصرع ثانی فارسی بنگیا مصرع بد سپند بزم وصل غیر را بیتاب بود -

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہی	خانۂ عاشق مگر ساز صداے آب تھا

نشاط آہنگ - یعنے خوشی کی الاپ رکھنے والا یعنے خوش و مسرور و نشاد و آہنگ نشاط دارندہ - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور یہہ ترکیب خیال بندون کی مخترعہ ہے - اہل لسان ایسے تراکیب محدثہ سے احتراز کرتے ہین **مقدم** = آنا - آمدن - **ساز** = باجہ کو کہتے ہین - اس شعر مین کوئی معنوی خوبی نہین ہے بلکہ پھیکا تکلف ہے - **کیا** = تعظیم کیواسطے آیا ہے - کیا نشاط آہنگ یعنے بہت نشاط آہنگ - دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ بود لکھدینے سے سالم مصرع فارسی بنگیا مصرع خانۂ عاشق مگر ساز صداے آب بود - دیکھئے مرزا پر فارسی کسقدر غالب ہے

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون	پہلوے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

یہہ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنجاتا ہے شعر نازشِ ایام تماکنشینی
چون کنم + پہلوِ اندیشہ وقف بسترِ سنجاب بود ۔

انتظار صید مین اک دیدۂ بیخواب تھا		یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا

یعنے کسی دن تو عاشقون کی تلاش کرتا تہا اور تجہکو عاشق نہین ملتے تہے
اور آج یہہ حال ہے کہ سیکڑون عاشق تیرے موجود ہین اور تجہکو انکی
کچہہ پروا نہین ہے ۔

توڑا جو تونے آئینہ تمثال دار تہا		اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو

یہہ شعر پیچیدہ اور مشکل ہے اور طرز خیالبندی کا عمدہ نمونہ ہے
اس شعر کی شرح مین یہہ بات بتانی چاہئے کہ ماتم کا ہیکو کرتا ہے
اور ماتم کرنے کی وجہ کیا ہے لفظ آرزو سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ
یہان آئینہ سے قائل کا دل مراد ہے کہ جسکو تو قائل ماتم کرتا ہے
یعنے اپنے دل کے ٹوٹنے کیوجہ سے ماتم کرتا ہے اور دل بہی ایسا دل
جو آرزوؤن سے بہرا ہوا تہا مصرع دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ کا
سا مضمون ہے ۔ یک شہر آرزو ۔ شہر کو بلا اضافت پڑہنا چاہئے
اسکے معنے ہین آرزو بقدر ایک شہر کے ۔ مراد کثرت آرزو سے ہے
اس قسم کے تراکیب خیال بندون کے یعنے ناصر علی اور بیدل کے
کلام مین بہت مستعمل ہوتے ہین بلکہ ان تراکیب کے بانی یہی لوگ ہین ۔

اور = عطفِ ملازمہ ہے - یعنے مجھکو لازم ہے کہ بہت ماتم کرون -

گلیون مین میری نعش کو کہینچے پہرین	جان دادۂ ہوائے سر رہگذار تہا

کہ = یعنے کیونکہ - کاف تعلیل کا ہے - جان دادہ = مردہ ہوئیہوا
جان دادن یعنے مرنا - مردن - نعش = جنازہ -

موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال	ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تہا

یہہ شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا بیت موج سراب دشت وفا را
مپرس حال * ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار بود * دیکہئے میرزا کی اردو
مین فارسی کسقدر ملی ہوئی ہے مگر ہمارے زمانہ مین ایسی اردو معیوب
ومتروک ہے -

وائے دیوانگی شوق کہ ہردم مجھکو	آپ جانا اودہر اور آپ ہی حیران ہونا

مجاز اور حقیقت کے دونو پہلو ہین -

عشرتِ پارۂ دل زخم تمنا کہانا	لذتِ ریش جگر غرق نمکدان ہونا

عشرت پارۂ دل زخم تمنا خوردن - لذت ریش جگر غرق نمکدان بودن -
کہانے اور ہونے کی جگہ خوردن اور بودن کے لکہدینے سے
سالم شعر فارسی بنگیا -

تا محیط بادہ صورتخانہ خمیازہ تھا	شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ بود + تا محیط بادہ صورتخانہ خمیازہ بود
دونو مصرعون مین تھا کا مبتدا خمار ہے - یہہ شعر المعنی فی بطن الشاعر
کا مصداق ہے اور ذرا سے تغیر مین پورا فارسی ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ گویا خاص میرزا بیدل کی زبان سے نکلا ہے بس اس شعر کی یہقدر
تعریف ہوسکتی ہے - اس شعر کو جو معنے چاہین لگادین مگر الفاظ شعر سے
کوئی معنے معین و مشخص نہین ہوتے - صورتخانہ یعنے تصویر خانہ

جادہ اجزای دو عالم دشت کا شیرازہ تھا	یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا

یک قدم وحشت چو درس دفتر امکان کشود + جادہ اجزای دو عالم دشت را شیرازہ بود
شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا - مگر یہہ فارسی ایرانی اور روزمرہ کے
مطابق نہین ہے بلکہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی خاص ہے - یک قدم
وحشت اور دو عالم دشت ایسے تراکیب ہین جو اہل لسان کے کلام مین
نہین آتے بلکہ رکیک اور لغو تراکیب ہین - مخترع کا مقصود یک قدم
وحشت سے اندک وحشت اور دو عالم دشت سے بہت ویرانی ہے ان کیبون
کی صحت مین بہت کچھہ تامل اور کلام ہے اہل لسان کے پاس یہہ تراکیب
صحیح نہین ہین در حقیقت یہہ شعر بھی بے معنی ہے مگر شارحین کو اختیار ہے
کہ اپنی طرف سے اور اپنے دل سے جو معنے چاہین بنا کر لگا دین اور کہدین کہ

یہی معنی مربوط ہین بلکہ مقصود قائل یہی ہے مگر سخن شناس جانتا ہے
کہ عقیدتمندی اور چیز ہے اور تحقیق اور چیز ہے -

خانۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا	مانع وحشت خرامیہاے لیلی کون ہے

مانع وحشت خرامی ہای لیلی نیست کس + خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ بود
شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا مگر وحشت خرامی اہل لسان کی ترکیب
نہین ہے اور نہ یہہ لفظ اہل لسان کے کلام مین آیا ہے -

دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا	پوچھ مت رسوائی انداز استغنای حسن

انداز استغنای حسن = یعنے طریقۂ بے پروائی حسن - حسن و جمال کی بے پروائی
کا طریقہ - ہ شد عیان رسوائی اندازِ استغنای حسن + دست
مرہون حنا رخسار رہن غازہ بود + شعر تہوڑے سے تبدل مین فارسی
ہوگیا - عاشق اگر بوسہ لیتا ہے تو بدنام اور رسوا ہوتا ہے کہ حسن معشوق
کو بگاڑ دیا - حنا اور غازہ موجب استغنا و بے پروائی حسن کے ہوتی ہین
جب کسی نے اُن کو بگاڑ دیا تو ضرور بگاڑنے والے کی رسوائی ہوگی یعنے
بے پروائی حسن کا یہہ طریقہ ہے کہ عاشقون کو بدنام کرتا ہے رسوائی
منسوب بہ عاشق ہے نہ حسن کیونکہ عاشق لوگ رسوا ہوا کرتے ہین -

یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا	نالۂ دل نے دیئے اوراق لخت دل بباد

ناله دل داده است اوراق لخت دل بباد - یادگار ناله یک دیوان بے شیرازه بود - شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا - میرزا صاحب پر فارسی بہت غالب ہے -

حضرت ناصح گر آوین دیده و دل فرش راه	کوئی مجکو یہہ تو سمجہا دو کہ سمجہاوینگے کیا

یعنے ہم اپنے کرتب اور اپنی عشق و عاشقی سے باز نہ آینگے اور اپنے کامون کو ترک نکرینگے لہذا حضرت ناصح کی فہمایش اور تفہیم بیجا اور غیر مفید ہے اور اون کی فہمایش کچھہ موثر نہو گی - یہہ رندانہ شعر ہے اور مضمون یہہ ہے کہ ہم ناصح کی نصیحت کو نہین سنتے -

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہہ جان جہوٹ جانا	کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

یعنے ایجان تیرے وعدہ پر ہم جئے تو وعدہ مذکور کو جہوٹ جانکر جئے - اگر وعدہ مذکور کا ہم کو اعتبار ہوتا تو ہرگز ہم نہ جیتے - مصرع ثانی مین کیا حرف استفہام محذوف ہے یعنے کیا خوشی سے مرنجاتے - یہہ استفہام اقراری ہے اور اوس کے معنے یہہ ہین کہ خوشی سے مرجاتے اور شادی مرگ ہوجاتے جانا - یعنے ایجان اور یہہ الف ندائیہ ہے یہہ کا مشار الیہ وعدہ ہے دوسرے معنے یہہ ہین کہ یہہ کا مشار الیہ سالم جملہ ہے یعنے ترے وعدہ پر جئے ہم سالم جملہ مشار الیہ ہے - اور جان امر کا صیغہ ہے جاننے سے جان جہوٹ یعنے سچ نمانا اور جہوٹ جاننا -

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا	نہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

یعنے ہوس جو عشق کی ضد ہے اُسکو معشوق کی محبت مین نشاط کار اور خوشی و مسرت بہت کچھہ حاصل ہے مگر یہہ جانتے ہی نہین کہ عشق و عاشقی مرنے اور جان دینے کو کہتے ہین اور عشق و عاشقی کا انجام ہلاکت ہے - ہم معشوق پر فدا ہو جائین تو اُسوقت ہم نے جینے کا مزہ حاصل کیا و گرنہ یون سمجھے کہ زندگی بے لطف گذری معشوق پر فدا ہو جانا گویا زندگی کا لطف اٹھانا ہی اگر یار پر فدا نہوے تو جینے کا مزہ حاصل نکیا - ہوس کو چاہئیے کہ اول اس مشکل کو سمجھ لے اور پھر نشاط کار مین مصروف ہو ہلاکت کو معلوم کرنے سے پیشتر نشاط کرنا بے فایدہ ہے بلکہ وہ جسکو نشاط سمجھہ رہی ہے در حقیقت وہ نشاط ہی نہین ہے - شاعرون نے اپنی اصطلاح مین رقیب کی محبت کو طعن و طنز کی راہ سے ہوس قرار دیا ہے اور دراصل عشق کی ضد ہوس ہے -

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا	کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا

تجاہل پیشگی = تجاہل پیشہ ہونا - تجاہل پیشہ بننا - تجاہل پیشگی کی یای تحتانی جو اس لفظ کے آخر مین ہے یای مصدری ہے سراپا ناز = سر سے پاؤن تک ناز - یعنے ایسا معشوق جو سر سے لیکر پاؤن تک ناز ہی ناز ہو سراپا کا الف الف الخصار ہے بمعنی تا ی انتہائی اور سراپا ناز معشوق کے نامون مین سے ایک نام ہے -

نوازش ہاے بیجا دیکھتا ہون	شکایت ہاے رنگین کا گلا کیا

یعنے چونکہ آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین کرتے ہین لہذا مین آپکی شکایتین کرتا ہون پس آپ میری شکایتون کا گلہ نکیجئے کیونکہ آپ خود بانی مبانی ہین اگر آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین نکرتے تو مین بھی آپ کی شکایتین نکرتا

نگاہ بے محابا چاہتا ہون	تغافل ہاے تمکین آزما کیا

یعنے مین تغافل ہاے تمکین آزما نہین چاہتا بلکہ نگاہ بے محابا چاہتا ہون -

فروغ شعلۂ خس یکنفس ہے	ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

یکنفس = ایکدم - ذراسا وقت فروغ = روشنی خس = گھانس پاس = لحاظ - ناموس = شرم وحیا ہوس = عشق کی ضد ہے -

دماغ عطر پیراہن نہین ہے	غم آوارگی ہاے صبا کیا

لفظ پیراہن اس شعر مین اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ صنعت تلمیح استعمال کی ہے اور قصۂ یوسف علیہ السلام متعلق پیراہن کیطرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ ہم کو اپنے معشوق کے عطر پیراہن کا دماغ نہین ہے یعنے ہم بہت نازک دماغ ہین عطر کے سونگھنے سے نزلہ کی تحریک ہوجاتی ہے -

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر	ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا

یعنے ہم بھی دریا ہین یا یون کہئے کہ ہم بھی انا الحق کے مقام ہین ہین - یہہ علم تصوف کا بہت مشہور اور بہت روندا ہوا مضمون ہے -

سن اے غارتگر جنس وفا سن	شکست قیمت دل کی صدا کیا

شکست قیمت یعنے قیمت کا گھٹ جانا اور قیمت کی کمی - یہہ بات ظاہر ہے کہ شکست قیمت کی کوئی صدا نہین ہوتی - اگر شیشہ یا اور کوئی شی مثل اوسکے پتھر یا زمین پر پٹک دیجاے یا ٹپک دیجاسے تو وہ ضرور آواز دیگی مگر شکست قیمت اوس سے برخلاف ہے یعنے بے صدا ہے - اب شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق قیمت دل جو بے صدا ہے اُسکو توڑ کیونکہ اُسکے توڑنے مین کوئی لطف نہین اور اُسکی شکست سے سامعہ نوازی نہین ہوتی - حاصل یہہ کہ قیمت دل ایک حقیر شے ہے شکست کے قابل نہین قیمت دل کو توڑا تو کیا توڑا - مولانا ذوق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا + جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا + سن سن = یہہ تکرار تاکید کے لئے ہے -

کیا کس نے جگرداری کا دعویٰ	شکیب خاطر عاشق بھلا کیا

جگر داری = بہادری و شجاعت۔ شکیبا = صبر۔ خاطر = دل۔ بھلا = حرف ایجاب ہے اور فارسی مین اسکا ترجمہ خیر ہوتا ہے۔

سبکو مقبول ہے دعوی تری یکتائی کا	روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہوا

سیما = پیشانی کو کہتے ہین جسکی پیشانی صاف اور شفاف ہو اسکو آئینہ سیما کہین گے۔ آئینہ سیما یعنے پیشانی آئینہ دارندہ یعنے صاف و شفاف پیشانی والا مگر یہہ لفظ خاصکر معشوقون کی صفت مین مستعمل ہوتا ہے بلکہ معشوق کے نامون سے ایک نام ہے۔ بت آئینہ سیما منادی ہے یعنے اے بت آئینہ سیما کوئی تیرا مقابل نہوا حسن و جمال مین۔ یہہ بھی سکتا ہے کہ اے معشوق کوئی بت آئینہ سیما تیرے مقابل نہوا۔ دو پہلو مین اور یہہ دو پہلو کوئی کو ملاکر اور علیحدہ پڑھنے سے پیدا ہوتے ہین۔ کوئی کو ملاکر پڑہین تو معشوق مخاطب ہوگا اور کوئی بت آئینہ سیما مبتدا ہوگا اور جو کوئی کو علیحدہ پڑہین تو بت آئینہ سیما مخاطب ہوگا اور صرف کوئی مبتدا ہوگا۔ صورت ثانی مین کوئی کے معنے کوئی حسین اور کوئی معشوق کے ہونگے۔ بت = موصوف و معروف یہان مجازی معنے یعنے معشوق مراد ہین۔

کم نہین نازش ہمنامی چشم خوبان	ترا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہوا

یعنے یہہ نازش کچھہ کم نہین ہے کہ ہم بھی چشم بیمار کے ہمنام ہین بسبب بیماری عشق کے۔ نازش = ناز کرنا۔ یہہ حاصل بالمصدر ہے نازیدن کا

حسینون کے آنکھہ کی صفت بیمار آتی ہے اور معشوقون کی آنکھہ کو چشم بیمار
کہتے ہین جب ہم تیرے عشق مین بیمار ہوگئے تو لفظ بیمار ہمارے نام پر بھی
عائد ہوا اور بسبب بیماری عشق کے ہم کو بھی لوگ بیمار کہنے لگے اور بیمار
لکھنے لگے ظاہر ہے کہ جو بیمار ہوگا اُسکو بیمار کہین گے ۔ یہان سے شاعر
نے یہہ شاعرانہ مضمون نکالا کہ ہم بھی بسبب بیماری عشق کے چشم خوبان
کے ہمنام ہین یعنے لوگ ہم کو بھی فلان معشوق کے عشق کا بیمار کہتے ہین
جیسے معشوقونکی آنکھون کو بیمار کہا کرتے ہین لہذا ہم اس بات پر نازش
اور فخر کرتے ہین کہ ہم چشم خوبان کے ہمنام ہین اور اسی واسطے تندرست
ہونا نہین چاہتے بلکہ یہہ خواہش ہے کہ ہمیشہ بیمار ہی رہین تاکہ ہمنامی اور
پھر اُس پر فخر حاصل رہے یہان یہہ بات جو نازک خیالی کے متعلق ہے
جاننی ضرور ہے کہ ہمنامی پر فخر ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے لوگ اچھے
اور عمدہ نام اور بزرگون کے نام رکھا کرتے ہین اور شریعت مین بھی یہہ
حکم آیا ہے کہ اولاد کے اچھے نام رکھا کرو تاکہ برے نامون سے اُن کو
رنج اور ایذا نہ پہونچے ۔

اسد ہم وہ جنون جولان گدائے بے سر و پا ہین	کہ ہے سرپنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

جنون جولان = یعنے جولان جنون دارندہ ۔ جنون کا جولان رکھنے والا
جولان کے معنے دوڑنے اور دوڑانے کے ہین جنون جولان کے معنے
بہت دوڑنے والے کے ہین مگر یہہ ترکیب اہل لسان کی نہین ہے بلکہ

ہندیون اور خیالبندون کی ساختہ و پرداختہ ہے۔ اہل لسان کے کلام
مین یہہ ترکیب نہین آئی لہذا اسکی صحت مین تامل اور شبہ ہے۔ سہر پنجہ =
یہان اس لفظ مین سہر زائد ہے۔

بخون غلطیدہ صد رنگ دعوی پارسائی کا		ہے نظر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا

یعنے سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا پارسائی کا دعوی بخشش آلہی کی نذر کیواسطے
خجلت ناتمامی کا ہدیہ ہے۔ **وثوق صراحت** مین جو پریشان عبارت
ہے مین نے اُسکو اسطرح ترتیب دیا ہے درحقیقت میری رائے مین **وثوق
صراحت** ایسی کتاب ہے کہ اُسکے نکات اور دقائق سے طالبان شعر و
سخن فیض یاب و خوشہ چین ہو سکتے مین۔ مقصود قائل یہہ ہے کہ ہم شرم
و حیا کیوجہ سے پارسائی کا دعوی نہین کرتے۔ گویا پارسائی کا دعوی کرنا
بے شرمی ہے۔ دعوی پارسائی کا سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا ہے
یعنے ہم دعوی پارسائی کا نہین کرتے کیونکہ ہمارا پارسائی کا دعوے
شہید ہو گیا اور باقی نہین رہا اور دعوی باقی نہین رہنے کیوجہ شرم
نارسائی ہے حاصل یہہ کہ بسبب شرم و خجالت کے ہم دعوی پارسائی کا
نہین کرتے۔ اس شعر مین فارسیت بہت غالب ہے اور خاص مرزا بیدل
کی طرز کا شعر ہے میرزا صاحب نے بیدل کا اسقدر تتبع کیا ہے کہ دونون
کے کلام مین کوئی فرق باقی نہین رہا۔ درحقیقت تتبع اسکو کہتے ہین۔

بمہر صد نظر ثابت ہے دعوی پارسائی کا		نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا

یعنے معشوق ہمارا پاکدامن ہے مگر اُسمین عیب ہے تو صرف اسقدر کہ بیوفا ہے اور اسیوجہ سے یعنے بیوفائی سے رُسوا ہوگیا ہے مگر اُسکی پاکدامنی مین کوئی شبہ نہین ہے ۔ چشم کی تشبیہ مہر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور یہان قاعدۂ مجاز مرسل کے لحاظ سے نظر بمعنی چشم مستعمل ہوا ہے ۔

زکات حسن دے ای جلوۂ بینش کہ مہر آسا		چراغ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

کاسہ گدائی سے مراد چشم ہے کیونکہ آنکھہ کی تشبیہ کاسہ گدائی کے ساتھہ دیجاتی ہے اور وجہ شبہ یہہ ہے کہ آنکھہ مین عمق ہوتا ہے اور اکثر آنکھہ بادامی شکل کی ہوتی ہے اور کاسہ گدائی مین بھی عمق ہوتا ہے اور اکثر کاسہ گدائی بھی تراش وخراش مین بادام کا ہمشکل ہوتا ہے ۔ زکات حسن اور جلوہ بینش بھی اس معنی کے ممد ومعاون ہین کہ کاسہ گدائی بمعنی دیدۂ چشم آیا ہے بلکہ کاسہ گدائی کے مجازی معنی یہی آنکھہ کے ہین ان قرائن کی بھی کوئی ضرورت نہین ۔ **خانۂ درویش** سے مراد قائل کا تن اور جسم ہے ۔ **جلوہ بینش** سے مراد معشوق ہے شعر کے معنے یہہ ہین کہ اے معشوق تو اپنا حسن وجمال ہمکو دکھادے تاکہ ہماری آنکھین روشن اور منور ہوجائین آفتاب کیطرح **مہر آسا** = آفتاب کیطرح مہر آسا مصرع ثانی سے متعلق ہے جو مصرع اول مین آگیا ہے ۔ **چراغ ہونا** = اس شعر مین اس کے مجازی معنے روشن ہونیکے ہین ۔ مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ ہماری آنکھہ روشن ہوجائے ۔

گر نگاہ گرم فرماتی رہے تعلیم ضبط	شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہو جائیگا

نگاہ گرم = چشم گرم کا مترادف ہے اور چشم گرم محبت و عنایت و مہربانی کو کہتے ہین مگر چشم گرم یا نگاہ گرم قہر اور غضب کے معنون پر بھی آسکتا ہے۔ کیونکہ لفظ گرم بمعنی اختلاط اور بمعنی غضب دونون معنون مین آیا ہے۔ چنانچہ سلیم کا شعر ہے ؎ عمر خود رفت و بہان بیگانہ با ما مگر ٭ در قیامت گرم خواہی شد بتا چون آفتاب یعنے اے معشوق شاید تو قیامت کے دن ہمارے ساتھ اختلاط اور گرمجوشی اور محبت کریگا۔ تیرا گمان ہے ہمارے ساتھ شاید قیامت کے روز ہوگا۔ یہہ شعر سلیم کے معنے مین نہ شعر غالب کے۔

درد منت کش دوا نہوا	مین نہ اچھا ہوا برا نہوا

مین نہ اچھا ہوا = یعنے مین اچھا نہوا۔ برا نہوا = یہہ برا نہوا۔ یہہ محذوف ہے میرا اچھا نہونا یعنے میرا تندرست نہونا اور صحت نپانا برا نہوا مین جو بیمار اور علیل رہا یہہ اچھا ہوا۔ کیونکہ تندرست ہونا تو دوا کی منت اٹھانی پڑتی۔ حاصل یہہ کہ کسی کا احسان اٹھانا بری بات ہے۔ احسان نہ اٹھایا چاہیے۔ حضرت قبلگاہی مولانا مولوی والد مرحوم و مغفور اس شعر کی مختصر شرح جو وثوق صراحت مین مندرج ہوئی تھی اسطرح بیان فرماتے ہین کہ (کیونکہ ممنون دوا ہونا اور احسان دوا کا اٹھانا بہت برا تھا)

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو	اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

گویا مرزا صاحب اپنی بدنامی و رسوائی سے ڈرتے ہین اور اسی لیئے رقیبون کا اجماع نہین چاہتے ۔ گلہ ۔ شکوہ ۔

ہم کہان قسمت آزمانے جائین	تو ہی جب خنجر آزما نہوا

خنجر آزمانا = کنایہ ہے قتل کرنے سے ۔ قسمت آزمائی اس طرح سے کہ کسی معشوق کے ہاتھہ سے قتل ہو جائین تا کہ آزار عشق سے نجات ملے اور درجہ شہادت حاصل ہو مگر قائل کی بدبختی اسقدر بڑھی ہوی ہے کہ کوئی قاتل ہی نہین ملتا ۔ یہ شاعرانہ مضمون ہے نہ کہ حقیقت حال ۔ ہی = حصر کے لیئے آتا ہے

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی	آج ہی گھر مین بوریا نہوا

مرزا اس شعر مین اپنا دکھڑا روتے ہین اور اپنی محتاجی و مفلسی ظاہر کرتے ہین اس شعر کا پیرایہ قابل تعریف ہے ۔ کسی صاحب نے اس شعر کے باب مین مجھہ سے یہہ کہا تہا کہ گھر مین بوریا نہوا تو کیا ہرج ہے ۔ کرسیون پر بیٹھین گے مین نے یہہ جواب دیا کہ بسبب محتاجی و مفلسی کے بوریا جو ارزان چیز ہے نہین لے سکتے ہین اور مٹی پر بیٹھنا پڑا ہے تو کرسیان جو بہ نسبت بوریا کے بہت گران قیمت ہوتے ہین کہان سے آئین گے ۔

جان دی ۔ دی ہوی اُسیکی تہی	حق تو یون ہے کہ حق ادا نہوا

یعنے اگرچہ ہمنے راہ خدامین یارا ہ معشوق مین اپنی جان دی اور مر گئے تو پہر کونسا بڑا کام ہوا کیونکہ جان تو اُسی کی دی ہوی تہی یعنے جان خدا کا یا معشوق مجازی کا مال تہا لہذا ہمنے جو جان دی تو کوئی بڑا کام نہین کیا بلکہ ہم ادائی حق مین قاصر رہے۔ اُسی کی = یعنے خدائے عزوجل کی یا معشوق مجازی کی۔ بہرحال دونون پہلو ہین جان دی = یعنے ہمنے جان دی یہان ہم فاعل محذوف ہے۔ جان دینا = یعنے مرجانا۔ ہلاک ہوجانا۔ دوسرے معنے جان عطا کرنا جان بخشدینا۔ پہلے جان دینے کے معنے ہین مرنا اور دوسرے جان دینے کے معنے ہین جان عطا کرنا (ف) جان بخشیدن۔ اس شعر مین لطف یہہ ہے کہ قائل نے ایک مصدر یعنے (جان دینا) کے دو جداگانہ وعلیحدہ معنے استعمال کئے ہین۔

کام گر رک گیا روا نہ ہوا	زخم گر دب گیا لہو نہ تہما

اس شعر پر حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم ومغفور نے ایک اعتراض کیا تہا جو وثوق صراحت مین سہوا درج نہوا۔ اعتراض یہہ ہے۔ (دبے ہوے زخم کا جیسے لہو نہ تہما یعنے لہو جاری ہے اسیطرح رکے ہوے مطلب کا روا ہونا بہی چاہئے تہا۔ یہہ خلاف کیونکر ہ؟) میری راے ناقص مین بیشک یہہ اعتراض اُسوقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ روا قافیہ اور نہوا ردیف مان لیجائے

مگر جب اُسکو قافیہ معمول قرار دیا جائے اور روانہ بمعنی جاری اور ہوا ردیف قرار دیجائے تو اعتراض وارد نہوگا اور درحقیقت اعتراض صورت اول ہی مین ہے نہ کہ صورت ثانی مین - یعنے کام اگر رک گیا تو جانئیے کہ جاری ہوگیا - یہہ کمال مایوسی وناامیدی کی بات ہے یا کمال استقلال اور ثابت قدمی کی تقریر ہے کہ کام کے بند ہو جانے کو بھی اپنی ہمت اور استقلال کے مقابلے مین جاری ہو جانا سمجھتے ہین - یہہ بات تو ظاہر ہے کہ زخم کے دب جانے سے لہو نہین تھمتا اور لہو برابر جاری رہتا ہے اگرچہ زخم دب جائے مرزا نے اسکو دیکھکر یہہ مضمون نکالا کہ کام رُک جائے تو یہہ سمجھنا چاہیے کہ بند ہوگیا بلکہ یون جانئے کہ جاری ہوگیا - فارسی مین ضرب المثل ہے

مصرع صد در شود کشادہ چو بستہ شود درے ✻ اس شعر کا مضمون اس ضرب المثل کے قریب قریب واقع ہوا ہے - قرینہ یہہ کہ ایک جگہہ کام رُک گیا تو دوسری جگہہ جاری ہوجائیگا -

لیکے دل دستان روانہ ہوا	رہزنی ہے کہ دستانی ہی

قافیہ معمولہ سے شعر مین کسیقدر رقت اور اشکال اور حسن پیدا ہوجاتا ہی اور قافیہ معمولہ جو دلچسپ اور دلکش ہو مشکل سے حاصل ہوتا ہی اسی لئے اکثر شعرائے نامدار قافیہ معمولہ پر مرتے ہین - خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

ساقی ما زرفت خانہ ہنوز	مستم از بادۂ شبانہ ہنوز ✻

مباش شمع و نه پروانه سگونی   تو چه کردی ز عشق یا نه شنود
پاشد = قافیہ معمول ہے اور شمس الدین فقیر مصنف حدائق البلاغہ
فرماتے ہین — رباعی —

گر شمع نهد لگن پروانه کند   بر آتش و زد و پر و انگند
فریاد ز شمع من که از آتش عشق   پروانه صفت سوزم و پر انگند

پروانگند = قافیہ معمول ہے اور لطف یہہ کہ ایک تو پر و انگردن یعنے پر کہولنا
پر نکشادن اور دوسرا پروانگردن یعنے پروانگی یعنے بے پروائی
اور بے اعتنائی کرنا ۔

کچھہ تو پڑہیے کہ لوگ کہتے ہین		آج غالب غزل سرا نہوا

قائل نے آپ کو شخص غیر قرار دیا ہے جیسا کہ فارسی کے شعرا کا دستور ہے
اور فرضی شخص غیر سے کہتا ہے کہ اے صاحب آج غالب تو غزل سرا
نہوا لہذا محفل سخن بے لطف و بے رونق ہے ۔ جہان غالب غزل پڑہتا ہی
وہان لطف سخن حاصل ہوتا ہے ۔ خیر آج آپ ہی کچھہ پڑہیے کیونکہ غالب
کے بعد آپکا نمبر ہے اور غالب کے بعد سبکو آپ کے کلام مین لطف آتا ہے
مطلب یہہ کہ مین اپنے معاصرون اور ہمطرحون مین سب سے بہتر ہون اور
اس مقطع مین معاصرون پر طعن و تعریض کیا ہے کہ وہ مجہہ سے درجے مین
گہٹکر ہین ۔ سالم غزل پڑہنے کے بعد یہہ قول کہ (کچھہ تو پڑہیے) کنایہ ہی
جس سے طنز و تعریض دوسرے شعرا پر مقصود ہے ۔ غزل سرا =

غزل پڑھنے والا - غزلخوان -

گلہ ہے شوق کو دل مین بھی تنگیٔ جا کا		گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

شاعر نے اس شعر مین شوق کو دریا سے اور دل کو گوہر سے تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ دریا اپنے شوق گوہر مین یعنے دل مین محو ہو گیا - باوجود اسکے شوق تنگیٔ جا کا گلہ مند ہے حالانکہ دل کی وسعت معلوم و مشہور ہے کہ قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالی - عرش کی وسعت تمام آسمانون سے بڑھکر ہے - مگر پھر بھی گلہ باقی ہے - تو یہ غضب کا شوق ہوا - اگرچہ سچا موتی جثہ اور مقدار مین چھوٹی چیز ہوتا ہے مگر قیمت مین گران ہوتا ہے اسیطرح دل اگرچہ بظاہر ایک ذراسی چیز ہے مگر کمالات باطنی و روحانی کے لحاظ سے ایک بہت بڑی اور وسیع شئے سمجھی جاتی ہے - اس شوق کو تمام زمین و آسمان کی گنجایش کافی و مکتفی نہو گی - قائل کا مطلب یہہ ہے کہ ہمارا شوق بیحد و بے حساب ہے - اس شعر مین اپنے شوق کی وسعت و فراخی کو بیان کرتا ہے - مگر مرزا کا یہہ طرز بیان اہل فصاحت کے پسند نہین ہو سکتا - دوسرے معنے اسطرح ہو سکتے ہین کہ پہلا مصرع سالم استفہام انکاری مان لیا جاسے یعنے شوق کو دل مین بھی تنگی جا کا گلہ نہین ہے کیونکہ دل بحیثیت جثہ ایک چھوٹی سی چیز اور گوہر سے مشابہ ہے جسطرح دریا کا اضطراب گوہر مین نہین ہوتا اسیطرح شوق کا گلہ دل مین نہین ہے کیونکہ وہ تو یعنے شوق دل مین فنا ہو گیا - اضطراب دریا تلاطم و امواج سے

مرادہے۔ مگر ان معنون کو (بھی) کا لفظ مانع ومزاحم ہے۔ یا (بھی) کو حشو سمجھیں لیکن کہ وزن کے لئے آگیا ہے اور معناً کوئی تعلق نہیں رکھتا مگر اسصورت مین حشو قبیح ہوگا جو عیب ہے۔ محو ہونا = فنا ہونا۔

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب	مگر ستم زدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا

یعنے ذوقِ خامہ فرسا کیوجہ سے کچھہ نہ کچھہ لکھتا رہتا ہون اگرچہ جواب نہ آئے۔ ذوقِ خامہ فرسا وہ ذوق ہے جو خامہ فرسائی کرے اور کچھہ نہ کچھہ لکھوائے۔ ذوق موصوف اور خامہ فرسا اُسکی صفت ہے۔ خامہ فرسا اسم فاعل ترکیبی ہے یعنے فرسائیدہ خامہ۔ قلم گھسانیوالا۔ ظاہر ہے کہ لکھنے سے قلم گھس جاتا اور فرسودہ ہوجاتا ہے۔ اور ت استبعاد کیلئے ہے یعنے یہہ بات بعید ہے کہ تو پاسخ مکتوب لکھے۔

غم فراق مین تکلیف سیر باغ نہ دو	مجھے دماغ نہین خندہ ہائے بیجا کا

مجھے دماغ نہین یہہ فارسی محاورے یعنے (دماغ ندارم) کا ترجمہ ہے دماغ ندارم یعنے مجکو قوتِ شامّہ صحیح نہین ہے

ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہون	کرے ہے ہر بنِ مو کام چشم بینا کا

یعنے باآنکہ ہر بنِ مو چشم بینا کا کام کرتا ہے مگر تاہم محرمیٔ جمال حقیقی یا مجازی سے محروم ہون یعنے دیدار میسر نہین۔ محرمی = نزدیکی واقفکاری

کو = بمعنی برائے ۔ کیلئے ۔ ترسنا = کسی چیز کے لئے حد سے زیادہ خواہش کرنا ۔ خواہشمند ہونا ۔ گرچہ اب متروک ہے اسکی جگہہ مین کرنا ہے کہین گے

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے	ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

تقاضا اسم غیر سالم ہے مگر مرزا نے اسے سالم باندھا ہے ۔ حسن کے تقاضے کا چاہیے تھا ۔ ہمین دماغ کہان یعنے ہمین دماغ نہین ہے ۔

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے	مری نگاہ مین ہی جمع و خرچ دریا کا

یعنے گریہ بمقدار دریا کے ہے ۔ گریہ مین مبالغہ کیا ہے ۔
بمقدار = اسمین با موافقت کیلئے ہے یعنے موافق مقدار ۔ مطلب یہ کہ گریہ حسرت دل سے بڑھکر ہے اور گریہ کی مقدار بقدر دریا کے ہے نہ بقدر حسرت دل کے ۔ کیونکہ دل چھوٹی چیز ہے اور دریا تمام دنیا کو گھیرا ہوا ہے ۔

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا	خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

یعنے معشوق نے جام شراب جب اپنے منہ سے لگایا تو اُس کے حسن سے شراب کو اسقدر حیرت ہوی کہ ہر ایک قطرۂ شراب ایک ایک گوہر بنگیا ۔ گوہر کیلئے رشتہ چاہیے تھا ۔ شاعر نے خط جام کو رشتہ قرار دیا ہے

یہ شعر نہایت لطیف اور مشکل اور نازک خیالی کا عمدہ نمونہ ہے۔
حیرت سے اشیای سیال کا منجمد ہو جانا اور چیز ہاے رواں کی رفتار
بند ہو جانا ایک ایسا مضمون ہے جسکو شعرا نے نازک خیالی سے کئی طرح
اور کثرت سے باندھا ہے۔ **نفس پرور** یعنے روح پرور۔ جان پرور
اس شعر مین سراسر کا لفظ حشو اور زائد ہے۔ حیرت سے یعنے حسن و جمال
معشوق کی حیرت سے یا لب معشوق کی حیرت سے بہر حال دونو معنے
مربوط ہین ۔

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا	**غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھپر ہوا**

غیر نے الخ یعنے معشوق نے سمجھا کہ مین نے آہ کی لہذا مجھپر خفا ہوا حالانکہ
آہ غیر نے کی ہے مگر چونکہ عاشقی مین میرا اعتبار ہو گیا ہے لہذا غیر کی آہ
کو میری آہ تصور کرتا ہے۔

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا	**تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا**

یعنے تپش شوق نے جدائی کے خیال سے دلکو بیحد پریشان کر دیا۔ ذرون پہ
دل باندھنا کنایہ ہے دل کے پریشان و مضطرب ہونے سے **محمل** =
ہودج۔ **محمل باندھنا** = محمل بستن کا ترجمہ ہے۔ لفظ محمل مذکر ہے

اہل بینش نے بحیرت کدۂ شوخی ناز	**جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا**

یعنے شوخی سے نے حیرت کو مبدل باضطراب کر دیا۔ حالانکہ حیرت غیر متحرک شے ہے۔

عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا	یاس و امید نے یک عربدہ میدان مانگا

سوال کرنیوالے کو دونون باتین یعنے یاس و امید ہوتی ہین۔ یعنے یہہ یاس بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال رد ہو جائیگا اور یہہ امید بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال قبول ہو جائیگا۔ سوال کرنیوالے کو ہرگز اس بات کا یقین نکرنا چاہئے کہ میرا سوال بالضرور قبول ہو جائیگا یا رد ہو جائیگا کیونکہ رد و قبول دوسرون کے ہاتہہ مین ہے۔ اور سائل کا کام صرف سوال کرنے کا ہے اس شعر مین یک عربدہ میدان کی ترکیب محل تامل ہے کیونکہ یہہ فارسی کے اہل لسان کی ترکیب نہین ہے۔ یہہ شعر بے معنے معلوم ہوتا ہے یون شارحین جو معنے چاہین لگادین مگر مضمون خیز شعر نہین ہے۔

جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا	درماندگی مین غالب کچھہ بن پڑے تو جانون

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اب رشتہ مین گرہ پڑ گئے ہین مگر ناخن گرہ کشا نہین ہے اور ناخن گرہ کشا اُس زمانہ مین تھا جبکہ رشتہ بے گرہ تھا۔

درماندگی = عاجزی۔ ناچاری۔

کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا	بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے

یک عمر ورع = یعنے ورع یک عمر - مقلوب الترکیب ہے - عمر کو بغیر اضافت کے پڑھنا چاہئے - یک عمر ورع یعنے ایک مدت کا زہد و تقوی - فصحا اسطرح کہین گے کہ زہد بسیار یا زہد بشاق - مرزا نے مرزا بیدل و ناصر علی کی تقلید سے یک عمر ورع کہا ہے - یہہ ترکیب اور ایسے تراکیب اہل لسان کے پاس محض لغو اور تکلف لا طایل مانے جاتے ہین - مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا غالب ایک وضع کے تین سوار ہین جو اپنی چال مین برابر چلے جاتے ہین - وَرَع = بفتحتین زہد و پرہیزگاری - بار دینا = یعنے آمد و رفت کی اجازت دینا - بارے = کلمۂ ایجاب ہے -

ہوا جب غم سے یون بیحس تو غم کیا سر کے کٹنے کا	نہو گر جدا تن سے تو زانو پر دہرا ہوتا

یہہ کلام سر کٹنے سے پہلے کا ہے یعنے شاعر کا یہہ کلام بالفعل نہین ہے بلکہ بالقوہ ہے -

ہوی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے	وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

(کیا) تعظیم کیواسطے ہے یعنے غالب مر گیا مگر ہمین اسکی آرزوئین اور تمنائین یاد آتی ہین کہ وہ ہر ایک بات پر کہا کرتا تہا کہ ایسا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا یعنے سرکار انگریزی کیطرف سے پنشن جاری ہو جاتی یا بادشاہ دہلی کے پاس سے سہرہ کا صلہ ملجاتا یا کلکتہ مین اوستادی کا سکہ بیٹھ جاتا الغرض اب اسکی خواہشات یاد آتے ہین اور افسوس ہوتا ہے - قائل نے یہان اپنے کو

شخص غیر قرار دیا ہے - اور یہہ فارسی و اردو مین درست ہے - قاعدہ ہوتا ہے
کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اُس کے دوست اور احباب اُسکی نیکیان
اور نیک خواہشات اور اچھی باتین یاد کر کے افسوس کرتے ہین اور اس سے
اونکا منشا یہہ ہوتا ہے کہ آخرت مین اللہ تعالی اُس میت کا مرتبہ بلند کرے
اور دنیا مین جو محرومی ہوی ہے اسکا بدلہ آخرت مین ملے

یک ذرہ زمین نہین بیکار باغ کا	یان جادہ بھی فتیلہ ہے لالہ کے داغ کا

اس شعر کو مشکل با معنی کہہ سکتے ہین - یہان مصنف کا طائر خیال اسقدر
بلند ہوا ہے کہ نظرون سے غائب ہو گیا ہے گویا معدوم و فنا ہو گیا ہے
بہر حال نہایت خوض و غور کے بعد یہہ معنے میرے ذہن مین آتے ہین کہ
شاید اس شعر مین دنیا کی بے ثباتی کا مضمون لکہا ہے یعنے اہل دنیا کی
عبرت پذیری اور نصیحت یابی کے لئے باغ کی زمین کا ایک ذرہ بیکار نہین
ہے باغ مین جو راستہ ہے جہیر لوگ خوشی خوشی سے باغ کی سیر کے مزے
اُڑاتے ہوے چلتے پہرتے ہین اگر غور کیجئے تو یہہ جادہ داغ لالہ کا
فتیلہ ہے یعنے یہہ جادہ اس بات کو روشن کر رہا ہے اور بتا رہا ہے
کہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہین ہے بلکہ عشرت پرستی دنیا کا حاصل داغ
ہے اور داغ بہی خاص لالہ کا داغ جو کبہی منقطع اور علیحدہ ہو نہین سکتا -
ظاہر ہے کہ داغ لالہ ہمیشہ لالہ کے ساتہہ ہی رہتا ہے اور لالہ حالانکہ باغ مین ہے
مگر داغدار ہے اور یہہ طرفہ ماجرا ہے کہ جو شخص شب و روز باغ مین جو عیش

وعشرت کی جگہہ ہے رہے اور پھر دا غداری ہو - آخر اس دا غداری کی کوئی وجہ خاص ہو گی - فتیلہ روشنی کے لئے ہوتا ہے اور فتیلہ سے تاریکی دور ہوتی ہے اور وہ تاریکی مین اشیا کو دکھاتا ہے - یہان فتیلہ سے مراد فتیلۂ روشن ہے نہ کہ فتیلہ خاموش - مطلب یہہ کہ دنیا بے ثبات ہے اور عیش وعشرت کی جگہہ نہین - دیکھو لالہ جو باغ مین ہے وہ خود داغدار ہے اور باغ کا جادہ اس بات کو دکھانے کیلئے اہل نظر کی آنکھون مین فتیلۂ روشن کا کام دے رہا ہے - جادہ کو فتیلہ کے ساتھہ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ درازی ہے جو جادہ اور فتیلہ دونون مین مشترک ہے - یہہ شعر کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہے -

بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی	کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

آگہی = ہوشیاری - یعنے بغیر شراب کے آشوب ہوشیاری کی طاقت کسی کو نہین ہے - مطلب یہہ کہ ہم کو بغیر شراب کے ہوشیاری حاصل نہین ہوتی جب ہم شراب پیتے ہین تب کام کرنیکی یا شعر کہنے کی قوت اور طاقت ہم کو حاصل ہوتی ہے - مسعود سعد شراب کی تعریف مین فرماتے ہین ؎
بخواہ آن طبع را قوت بخواہ آن کام را لذت ٭ بخواہ آن چشم را لالہ بخواہ آن مغز را عنبر ٭ شراب کا مقوی طبع ہونا اس شعر سے ثابت ہے - چونکہ آزاد منش اور بے پروا لوگ ہوشیاری کو بری چیز جانتے ہین لہذا ہوشیاری کو آشوب کہا ہے - آشوب یعنے فتنہ وفساد وہنگامہ - کھینچا ہے عجز

حوصلہ نے خط ایاغ کا - یعنے شراب نہونے سے حوصلہ عاجز ہو گیا ہے -

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل	کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل = یہہ مصرع ردلف لام مین بھی آیا ہے اس شعر کے یہہ معنے ہین کہ بلبل کی عشقبازی اور نواسازی پر گل ہنستے ہین اور بلبل اس بات کو سمجھتا ہی نہین اور اپنے کاروبار سے جو عاشقی و نغمہ گری ہے باز نہین آتا تو اسکے عدم فہم کیوجہ سے یہہ ثابت ہوا کہ بلبل عاشق مزاج کا دماغ صحیح نہین ہے اور عشق و عاشقی خلل دماغی کا نام ہے - کیونکہ ہوشیار ہوتا تو اپنی تضحیک و رسوائی کو پسند نکرتا اور ترک عاشقی کرتا - اس شعر مین یہہ بات بیان کی ہے کہ عشق بُری چیز ہے اور بر خلاف اہل عرفان کے عشق کی مذمت کی ہے - میرزا نے اور ایک جگہہ عشق کی توہین کہی ہے ع عشق نے غالب نکما کردیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے + کتاب مسلم الادب مین لکھتے ہین کہ فیثاغورس حکیم نے عشق کی تعریف مین کہا ہے عشق خاصیت طبعی ہے کہ دل مین پیدا ہو جاتی ہے - حرکت کرتی ہے اور بڑہتی ہے اور پہر پرورش پاتی ہے - اور حرص کے بہت سے مادے اس کے ساتہہ جمع ہو جاتے ہین اور جتنی زور پر آتی ہے - اُتنی ہی صاحب عشق کی گھبراہٹ اور دلبستگی - و رازنفی طمع کی آرزون کا سوچ جستجو کی حرص طول کھینچتی ہے یہانتک کہ غم یا اضطراب تک نوبت پہنچ جاتی ہے خون بدن مین اسوقت جل جاتا ہے اور مادہ صفراوی بھڑک کر سودا ہے

تبدیل ہو جاتا ہے۔ سودا کی طبیعت میں فساد فکر داخل ہے اور فساد فکر کے ساتھہ ہی زوال عقل ہوتا ہے۔ اور ناممکن بات کی امید۔ آرزوے بے انتہا۔ یہانتک کہ یہہ جنون کو نوبت پہنچا دیتی ہے۔ اکثر ایسے وقت مین عاشق نے اپنے تئین مار ڈالا ہے۔ اکثر غم کے مارے مرگیا ہے۔ اکثر معشوق کیطرف دیکھا اور شادی مرگ ہوگیا۔ اکثر ایک ٹھنڈی سانس لیا ہے اور دم گھٹ کر رہ گیا ہے۔ ۲۴ گھنٹے تک اسطرح رہا ہے کہ لوگ جانتے ہین مرگیا۔ اُسے دفن کر دیتے ہین مگر وہ زندہ ہوتا ہے۔ اکثر اوپر کو سانس لیا ہے۔ دم غلاف دل مین گھٹ جاتا ہے۔ دل اُس پر جھپٹ جاتا ہے کہ پھر نہین کھلتا یہانتک کہ مر جاتا ہے۔ اور تو اُسے دیکھے گا کہ جس پر عاشق ہے جب اُسکا ذکر کیا جائے تو لہو اُسکا ہٹ جاتا ہے۔ اور رنگ بدل جاتا ہے **شیخ ابن سینا** کہتا ہے کہ **عشق** ایک وہم فاسد کا مرض ہے جیسے دیوانہ پن کہ بعض صورتون اور عادتون کے اچھا ہونے پر دل کو قایم کرکے انسان اس مرض کو خود اپنے اوپر لیتا ہے کبھی اس کے ساتھہ ہوس جماع کی بھی ہوتی ہے اور کبھی نہین ہوتی صحراے عرب کی ایک عورت نے کہا کہ عشق ٹھہری ہوی چیز کے ہلا دینے اور ہلی ہوی چیز کے ٹھہرا دینے کو کہتے ہین۔ بعض اہل ادب نے کہا ہے کہ جنون قسم قسم کا ہے۔ ایک قسم اسمین سے عشق بھی ہے **قاموس** مین ہے کہ عشق پیار کرنے والے کا گھمنڈ کرنا ہے اپنے پیارے پر۔ یا محبت کا بیحد ہونا۔ پاکدامنی کے ساتھہ بھی ہوتا ہے

اور ناپاکی کے ساتھہ بھی - یا اُس کے عیوب سے - عقل کا اندھا ہو جانا
یا ایک مرض وہمی ہے کہ بعض صورتون کے اچہا سمجھنے پر دل لگا کر انسان
اُس مرض کو آپ اپنے سر لیتا ہے - عَشِقَہٗ جیسا عَلِمَہٗ عِشقًا بالکسر اور
بالتحریک (یعنے دونو زبرون سے) ہے - مرد عاشق اور عورت عاشق
بھی اور عاشقہ بھی اور تعشقہ یعنے وہ بناوٹ سے عاشق بنا - اور
سِکّیت کے وزن پر ہو تو بڑا عشق والا -

تازہ نہین ہے نشہ فکر سخن مجھے	تریاکی قدیم ہون دود چراغ کا

یعنے زمانہ قدیم سے دود چراغ کی تریاک کہا یا کرتا ہون - یعنے رات بہر
اور تمام شب چراغ سامنے رکھکر فکر کر کے اشعار رکھتا ہون - دود چراغ
خوردن فارسی کا محاورہ ہے اور مرزا نے یہہ مضمون اسی محاورہ سے
اخذ کیا ہے - تریاکی = منسوب بہ تریاک ہے جیسے افیون کہانیوالے
کو افیونی کہتے ہین اسیطرح تریاک کھانے والے کو (تریاکی) کہاہے
اور اسیطرح شرابی و کبابی وغیرہ الفاظ آئے ہین - شرابی یعنے شراب
پینے والا - وَقِسْ عَلٰی ھٰذا - افیونی و تریاکی و شرابی و کبابی کی
یا یائی فاعلی ہے تریاک = پا و زہر -

بے خون دل ہے چشم مین موج نگہ غبار	یہہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

قائل نے خون دل کو شراب اور چشم کو شراب خانہ قرار دیا ہے - یہان خراب کا

لفظ ایہامی لفظا ہے کیونکہ خراب بمعنی مست و ویران آیا ہے معنی اول یعنی مست کے لحاظ سے یہہ لفظ میکدہ اور مے کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ شراب مستی آور اور مست کرنے والی چیز ہے۔ اور اس شعر مین معنی ثانی یعنی ویران مراد ہے۔ غبار مین حرف با ہے لہذا بے اور با صنعت تضاد ہے۔ حاصل شعر یہہ کہ ہماری آنکھہ خون دل کی تلاش کر رہی ہے یعنی خون رونا چاہتی ہے۔

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل	ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

باستثنا و ثوق صراحت کے اس شعر کے معنے کل شارحوں نے علٰحدہ لکھے ہین۔

وہ مری چین جبین سے غم پنہان سمجہا	راز مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجہا

یعنی معشوق نے میرے چین جبین کو دیکھکر یہہ سمجہا کہ مین غمگین ہون۔ دوسرے مصرع مین سمجہا کی جگہہ فہمید لکھہ دیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے۔ مصرع راز مکتوب بہ بے ربطی عنوان فہمید۔ بعض کاتبون نے بہ کو بے یعنی پر کا مخفف لکھدیا ہے جس سے دوسرا مصرع بے معنے ہوگیا تہا یہہ بہ تعلیل کے لئے یعنی بمعنی از آیا ہے۔ بہ بے ربطی عنوان یعنی بہ سبب بے ربطی عنوان کے سمجہا کا فاعل معشوق ہے۔ غم پنہان یعنی غم دل۔

بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرم خرام	رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیران سمجہا

معشوق کی بدگمانی نے معشوق کو سرگرم خرام نچاہا۔ یعنے معشوق جو سرگرم خرام نہین ہوتا ہے اُسکی وجہ کیا ہے۔؟ اُسکا سبب یہہ ہے کہ مشق اور سرگرمی رفتار سے چہرہ پر پسینہ آتا ہے اور پسینے کے قطرے آنکھون سے کسیقدر مشابہت اور ہمشکلی رکھتے ہین تو معشوق نے بوجہ بدگمانی کے اُن قطرون کو اپنے عاشقون کی آنکھین تصور کرلین اور یہہ سمجھا کہ راہ چلنے مین ایسے چہرے پر اپنے عاشقون کی آنکھین لگ جاتی ہین لہذا سرگرم خرام نہوا۔ دیدۂ حیران = یعنے دیدۂ حیران عاشق کا جو معشوق کے حسن وجمال و ناز و انداز کو دیکھکر محض حیران اور مبہوت و بےحس ہوگیا ہے۔

عجز سے اپنے یہہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا	نبض خس سے تپش شعلۂ سوزان سمجھا

یعنے معشوق سرکش کے سامنے عاجزی و انکساری بیکار و فضول ہے جیسے فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎ اظہار عجز پیش ستم پیشہ چارہ نیست ٭ اشک کباب باعث طغیان آتش است ٭ تپش تپیدن کا حاصل بالمصدر ہے تپیدن یعنے تڑپنا۔ لفظ تپش نبض کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ نبض مین تڑپ اور حرکت ہوتی ہے شاعر کہتا ہے کہ جسطرح شعلہ خس کو جلا دیتا ہے اوسیطرح معشوق افروختہ میری عاجزی سے زیادہ بدخو ہوتا ہے

سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی	ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجھا

مصرع از ضعف ہر جا کہ نشستیم وطن شد۔ کا مضمون ہی شبستان ہین راحت

راست ہوتی ہے اور سایہ کو ضعف کے ساتھ تشبیہ تامہ ہے کیونکہ وہ بھی افتادہ ہوتا ہے ضعیفوں کی طرح۔ اور سفر مین چلنا ہوتا ہے لہذا یہ لف و نشر مرتب ہوا۔

تھا گریزان مژہ یار سے دل تا دم مرگ	دفع پیکان قضا اسقدر آسان سمجھا

اس شعر مین پیکان قضا اور دم مرگ اور مژہ یار ایسے الفاظ ہین کہ ان کے ساتھ لفظ زخم کمال درجہ کی مناسبت و لطافت و نزاکت رکھتا ہے لہذا حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور کا دخل قابل تعریف ہے۔ لفظ زخم کی مناسبت سے اس موقع پر شاعر نازک خیال کا ذہن ہی محظوظ ہو سکتا ہے۔ دفع کا لفظ بھدا ہے۔ اور لطف یہہ معنی مین کوئی نقصان نہین آتا یعنے دل نے تا دم مرگ یہہ سمجھا کہ مژہ یار سے بھاگ جاؤنگا تو زخم پیکان قضا سے محفوظ رہونگا حقیقت مین حضرت والد مرحوم کا یہہ نسخہ قابل داد و انصاف ہے نہ لایق گرفت وگیر مرزا غالب دہلوی کوئی پیغمبر نہین تھے جو اول سے آخر تک معصوم اور غلطی سے محفوظ رہ سکتے۔ مژہ کی تشبیہ نشتر کے ساتھ دیجاتی ہے اور نشتر کا کام زخم کرنیکا ہے۔ مرگ بعض وقت زخم سے واقع ہوتا ہے۔ اور پیکان کا یہہ کام ہے کہ زخم کرے۔ ان وجوہات سے زخم کا لفظ مناسب ہے۔

دل دیا جان کے کیون اسکو وفادار اسد	غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

یعنے معشوق بیوفا ہے اُسکو جو وفادار سمجھا تو یہہ غلطی کی اور معشوق بیوفا کو وفادار جاننا ایسی غلطی ہے جیسے کوئی شخص نادانی سے کافر کو مسلمان سمجھے - اسد = منادیٰ یعنے اے اسد - اُسکو = یعنے معشوق بیوفا کو پہلے مصرع کا مضمون اسطرح ہے کہ اے اسد کیون اُسکو یعنے معشوق کو وفادار سمجھکر تو نے اپنا دل دے دیا - کافر اور مسلمان صنعت تضاد ہے جسکا دوسرا نام طباق ہے - جان گئے = یعنے سمجھکر اور جان بمعنی روح بھی آیا ہے - اور یہہ دوسرے معنے یعنے روح جو یہان غیر مقصود اور نامطلوب ہین لفظ دل کے ساتھ مناسبت رکھتے ہین - کیونکہ دل اور جان لازم و ملزوم چیزین ہین اور روح کا مقام دل ہے لہذا لفظ جان سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہو گئی - شعر صاف اور نہایت عمدہ بلکہ لاجواب ہے -

دیکھکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹھنڈا
نالہ کرتا تھا ولے طالب تاثیر بھی تھا

کلیجا ٹھنڈا ہونا محاورہ ہے اسکے معنے ہین مراد برآنا - خوش ہونا - آرام پانا -

پیشہ مین عیب نہین رکھئے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوان میر بھی تھا

پیشہ = پیشہ یہی کہ فرہاد نے سنگ تراشی کا کام کیا تھا - کسیکو نام رکھنا = محاورہ ہے - اسکے معنے ہین کسیکو عیب لگانا - بدنام کرنا - برا کہنا - آشفتہ سر = دیوانہ -

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی
مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی = یہہ دونون صفات اُس دل کے ہین جس نے وفای بیوفایان کا فریب کہایا ہے -

خورشید ہنوز اُسکے برابر ہوا تہا	چہوڑا مہ نخشب کیطرح دست قضا نے

ماہ نخشب = وہ چاند ہے جسکو حکیم ابن عطا مشہور بہ ابن مقنع نے جادو اور شعبدہ کے اصول پر سیماب اور دوسرے اجزا سے بنایا تہا - وہ چاند برابر دو مہینون تک ہر رات کو ایک کنوین سے جو کوہ سیام کے نیچے واقع تہا نکلتا تہا اور اُسکی روشنی بارہ میل تک جاتی تہی - جاننا چاہئے کہ دو مہینون کے بعد یہہ شعبدہ مفقود و معدوم ہوگیا نخشب بفتح نون و سکون خا معجمہ و با موحدہ ایک شہر کا نام ہے جو ملک ماوراالنہر مین ہے - ماہ نخشب کو ماہ سیام بہی کہتے ہین اور کوہ سیام ایک پہاڑ کا نام ہے جو شہر نخشب مین ہے - اس شعر کا مضمون یہہ ہے کہ جب آفتاب نے ہمارے معشوق سے برابری کا دعوی کیا تو کارکنان قضا و قدر نے ماہ نخشب کیطرح آفتاب کو چاہ مغرب مین جہونکدیا یعنے غروب کردیا - اس قبیل کے اچہے اچہے مضامین بعض اردو کے اور نامور شعرا نے بہی نکالے ہین چنانچہ میر سوز رح کہتے ہین ؎ دعوی کیا تہا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو کا + مارین صبا نے دہولین شبنم نے منہ مین تہوکا - میر تقی رح ؎ کیا خوبی اُسکے منہ کی اے غنچہ نقل کرئے + تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے + وله ؎ چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا + جمال

یار نے منہ اوسکا خوب لال کیا - مرزا سودا رحمہ سے برابری کا تری گل نے
جب خیال کیا ❊ صبا نے مار تھپیڑا منہ اوسکا لال کیا - مرزا غالب نے
اپنے شعر مین دعوی یا برابری کا لفظ حذف کر دیا ہے تاکہ شعر مین وسعت
واشکال پیدا ہوا اور جادۂ خیالبندی کے مطابق ہو جائے -

آنکھوں مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا		توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

اس شعر مین معاصی اور خطیات پر شرمندگی و خجالت سے گریہ کرنے
اور رونے کی ترغیب تحریص دی ہے چنانچہ مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین سے آخر ہر گریہ ماخندہ ایست ❊ مرد آخر بین مبارک
بندہ ایست - اور معہذا بلند ہمتی کی تعریف کی ہے - **توفیق** = اس لفظ
کے لغوی معنے یہہ ہین کہ کسی شے کو کسی شے کے ساتھہ مساوی بنا دینا
اور اصطلاحی یہہ معنے ہین کہ اللہ جلشانہ اسباب دنیوی کو مخلوقات
کی خواہش کے مطابق جمع کر دے یعنے جیسی تمنا ہو ویسے ہی سامان
فراہم ہو جائین تاکہ اُن کی مراد بر آوے - اور یہہ لفظ صرف امور خیر مین
مستعمل ہوتا ہے - مختصر معنے یہہ ہین کہ آرزو کے موافق سامان فراہم
ہونا - یہان اصطلاحی معنے مراد ہین **ہمت** = غم اور فکر اور مجازاً ارادہ
بلند کو کہتے ہین - یہان مجازی معنے مراد ہین - اس لفظ کے اور بھی
کئی معنے ہین جو لغات کے دیکہنے سے معلوم ہون گے - **ازل** = وہ
زمانہ جسکو ابتدا نہو -

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک	میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

یعنے میں نہایت گنہگار ہوں - تنک آبی = یہہ لفظ مرکب ہے تنک اور آبی سے ترکیب فتحتین اور یہہ کاف عربی ہے نہ فارسی - تنک کے معنے ہیں کم اور تھوڑا - اور یا مصدری ہے تنک آبی کے معنے ہیں کم آب ہونا - کم پانی والا ہونا - تھوڑا پانی رکھنے والا ہونا - سر دامن = دامن کا کنارہ -

جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل	آتشکدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

یعنے اس سے پیشتر کہ آتشکدہ جاگیر سمندر ہو جائے میرے داغ جگر سے تحصیل جاری تھی یعنے میں آتش عشق میں بہت قدیم سے جل رہا ہوں - میرے بعد سمندر کو آتشکدہ کی جاگیر ملی ہے - اس شعر میں شاعر نے اپنی قدامت عاشقی کا ذکر کیا ہے - سمندر = ایک جانور کا نام ہے جو چوہے کی شکل کا ہوتا ہے اور آگ میں پیدا ہوتا ہے - اور آگ میں رہتا ہے - جب آگ سے نکالا جائے تو مر جاتا ہے حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم فرماتے ہیں ؎ روز الست و عہد بلا بود * آن دم کہ کردی یغما دل من *

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا	رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

یعنے شمع جمال معشوق کے سامنے بے رونق ہو رہی تھی - اردو زبان میں

شمع مونث ہے نہ مذکر چنانچہ **صبا** کہتے ہیں۔ **س** ہوے سیراب داغ الفت کہاں * سحر ہو گئی شمع رخصت ہوی * **وہ** = یعنے معشوق **شمع** = موم کی **رشتہ شمع** = موم کی مین جو تاگا ہوتا ہے جس سے موم کی جلتی ہے اُسکو رشتہ شمع کہتے ہین۔ شاعر نے اس رشتہ کو کانٹا قرار دیا ہے۔ مگر کانٹے کے معنے یہان حقیقی نہین ہین بلکہ مجازی معنے مراد ہین یعنے تکلیف و زحمت و آزار۔ خار در پیراہن بودن فارسی کا محاورہ ہے۔ شاعر نے اس محاورہ کو اس شعر مین برتا ہے۔ **کسوت** = بالکسر لباس اور پوشاک کو کہتے ہین ۔
فانوس = عربی زبان کا لفظ ہے اردو مین یہہ لفظ مونث ہے۔ چنانچہ برق کہتے ہین **س** کیا تجلی ہین کہون اُس ساعد پر نور کی * آستین یار ہے فانوس شمع طور کی * فانوس کی شکل غبارہ سے شبیہ ہوتی ہے اور وہ شمع پر ڈھانک دیجاتی ہے تاکہ شمع ہوا سے نہ بجھے اور اُس کی تیز روشنی کا برا اثر آنکھون پر نہو کیونکہ فانوس مین سے جو روشنی چراغ کی نکلتی ہے وہ دھیمی ہوتی ہے۔ فانوس باریک کاغذ کا بنا ہوا ہوتا ہے اور پتلے اور مہین سُرخ رنگ پارچہ سے بھی فانوس بناتے ہین۔ فانوس کے حقیقی معنے غماز اور چغلخور کے ہین مگر اس غبارہ وش چیز کو بھی جو شمع پر ڈھانکی جاتی ہے فانوس کہتے ہین کیونکہ وہ چراغ کی روشنی کو نہین چھپاتی گو یا روشنی کی غمازی کرتی ہے جیسے چغلخور کسیکی بات کو پوشیدہ نہین رکھتا۔ اور یہہ مجازی معنے ہین فانوس کی تشبیہ قفس کے ساتھہ بھی دیجاتی ہے۔ فانوس کے جو مرکبات دیکھے گئے وہ یہی ہین کہ فانوس دان

با ضافت اور فانوسِ خیالی ۔ و فانوسِ خیال ۔ اور فانوسِ نارنج اور فانوسِ
شمع ۔ **فانوس گردان** ۔ بکاف فارسی وہ فانوس ہے جسکے اندر مختلف
چیزون کی شکلین تماشے کے لیے بناتے ہین ۔ اور وہ شکلین فتیلے کے
دہوین سکے زور سے گردش کرتی ہین اور فانوس خیالی بہی اسیکو کہتے ہین
فارسی کا کوئی شاعر کیا خوب کہتا ہے ؎ دہر فانوسِ خیال و عالمی
حیران درو ٭ دمان چون صورت فانوس سرگردان درو ٭ فانوسِ نارنج
یہ ایک کہیل اور تماشے کی فانوس ہے ۔ نارنگی کو خالی کر دیتے ہین
اور باقی ماندہ چہلکے کے اندر نقش و نگار کرتے ہین اور اوس حالت کے
بیچ مین ایک چراغ روشن کر دیتے ہین ۔ فانوسِ شمع کا بیان اوپر مذکور
ہو چکا ۔ جاننا چاہیے کہ فانوس کا استعمال سن نئی روشنی کے زمانہ
مین متروک ہے **مجلس فروز** = یعنے مجلس کا روشن کرنے والا یعنے
حاضر و موجود ۔ مجلس فروز حاضر و موجود کی جگہہ تعظیماً کہتے ہین ۔ **خلوت** =
بالفتح تنہائی مگر یہان گوشہ اور کنارہ کے معنے مین بقاعدہ مجاز مرسل یعنے
استعمال حال بجاے محل ۔ شعر کے معنے یہہ ہین کہ رات کو جو معشوق محفل مین
موجود تھا تو رشتہ ہر شمع فانوس شمع کے لئے خار در پیراہن تہا مطلب یہہ کہ
ہمارے معشوق کے حسن و جمال کے روبرو تمام شمعین بے رونق اور بے نور
تہین حسنِ معشوق کی تعریف کی ہے ۔ اسی مضمون کو **خواجہ میر درد** نے
دلپذیر سلیس مین اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ رات مجلس مین ترے حسن کے
شعلے کے حضور ٭ شمع کے منہ پہ جو دیکہا تو کہین نور نہ تہا **میرزا غالب** نے

اس مضمون کو پیچیدہ اور مشکل ترکیب مین بیان کر کے نازک خیالی کی شان دکھائی ہے۔ ؎ شب کہ او مجلس فروزِ خلوتِ ناموس بود ٭ رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس بود۔ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا۔

دل بہ دل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس تھا	حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو

حاصلِ الفت ندیدم جز شکستِ آرزو دل بدل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس بود
شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا۔ فارسی کا شاعر شفیعا ی اثر کہتا ہی ؎ فلک از رشک نگذارد بحالِ خود دو ہمدم را ٭ بسنگ آزبکد گر سازد جدا باوام توام را ٭ ان دونون شعرون کا مضمون ایک ہے یعنے تفرقہ فی الاحباب کا مضمون ہے مگر پیرایہ جدا جدا ہی اور دونون شعر لاجواب مین۔

جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا	کیا کہون بیماریِ غم کی فراغت کا بیان

کیموس بالفتح بروزن محسوس۔ یہہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور علم طب کے متعلق ہے جو چیز جگر اور عروق یعنے رگون مین تیار ہوتی ہے اسکو کیموس کہتے مین اور وہ کف کے مانند ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ غم عشق مین مجھکو جگر اور رگون کا احسان اُٹھانا نہ پڑا کیونکہ مین نے کیموس جسکا تعلق جگر اور عروق کے ساتھہ ہے نہین کھایا بلکہ مین نے دل کا احسان اُٹھایا کیونکہ خون کھایا جسکا تعلق دل کے ساتھہ ہے۔ چونکہ آدمی کے جسم مین دل بنسبت دوسرے اعضا کے زیادہ تر شریف ہے لہذا شاعر یہہ خیال

کرتا ہے کہ اُنکا احسان اُٹھانا بہتر ہے کیموس کے متعلق بعض اہل تحقیق
کہتے ہین کہ کیموس اُس صورت غذا کا نام ہے جو دوسرے طبخ مین جگر
مین پیدا ہوتی ہے اور وہ صاف شفاف پانی کیطرح ہوتی ہے - شعر کا مطلب یہ کہ
کیموس نہین کہایا - بلکہ یون کہایا ہے منت کیموس = یعنے منت سے بجائے اِن
کیموس جو جگر اور عروق مین ابتدا عدہ مجاز مرسل صحیح ہے یعنے استعمال مظروف
بجائے ظرف - اس شعر مین قصیدہ کی شان ہے نہ غزل کی -
فراغت = فراغت سے معنی کی بہت سی چیزونکا احسان اُٹھانا نہ پڑا بلکہ صرف
دل کا احسان اُٹھایا -

صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا		آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے

فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎ میبرد از خانۂ آئینہ سرشار جنون + این پری
از سایۂ خود شد گرفتار جنون + یعنے یہ پری اپنے اوپر آپ عاشق ہوگئی
بسبب کمال حسن و جمال کے جو اُسکو حاصل ہے - سایہ بمعنی عکس آیا ہے
اس فارسی کے شعر سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے مضمون کو فارسی کے شاعرون
نے بھی لکھا ہے - درحقیقت اعلی درجہ کا مضمون ہے حسن کی
تعریف اس سے بڑھکر کیا ہوسکتی ہے کہ معشوق آپ ہی اپنا گرویدہ
و دلدادہ ہو جائے - اپنا سا منہ لیکر رہ جانا = محاورہ ہے یعنے
شرمندہ ہونا - سوال پورا ہونے کی شرم سے چپ ہجانا - پشیمان ہونا
دیکھہ = یعنے دیکھکر - حرف عطف یعنے کر حذف کرنا اب متروک ہے

کتنا = یہان اشارہ طرف زیادتی کے ہے - کتنا غرور تھا یعنے بہت غرور تھا - پہ = پر کی جگہ یہ اب متروک ہے -

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ مارئے	اُسکی خطا نہین ہے یہہ میرا قصور تھا

قاصد کو = کو اضافی ہے یعنے فارسی کے رائے اضافی کا ترجمہ ہے - قاصد را گردن یعنے گردن قاصد - قاصد کی گردن - فصاحت کے لئے (کی) کے مقام پر (کو) استعمال کیا ہے -

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوے	ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

جاتا ہون = یعنے دنیا سے جاتا ہون - داغ حسرت ہستی = داغ تمنای زندگی داغ حسرت ہستی اسواسطے لئے ہوے جاتا ہون کہ مجکو دنیا مین جینے اور زندہ رہنے کی تمنا ہتی مگر موت نے مہلت ندی اور اجل نے میرا کام تمام کر دیا - دوسرے مصرع مین تمثیل ہے - ہون شمع الخ یعنے شمع کشتہ کے مثل ہون لہذا محفل دنیا کے قابل نرہا - داغ غم و اندوہ - درخور = لائق - قابل -

بہ روئے شش جہت در آئینہ باز ہے	یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

شش جہت یہہ ہین (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) فوق (۶) تحت -

رشک کہتا ہی کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف	عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کسکا آشنا

یعنے وہ غیر کا بہی آشنا نہین ہے - اخلاص - دلی محبت -

ہین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے	عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

مصرع اول مین جو اور ہے وہ عطف ملازم ہے - اور مصرع ثانی مین جو اور ہے وہ عطف مجرد ہے - یعنے ایک آفت کا ٹکڑا اور وہ دل وحشی جو عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا ہے میرے لئے لازم ہے -

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یارب	آج ہی ہوا منظور اُنکو امتحان اپنا

یعنے بزم غیر مین معشوق یہہ چاہتا ہے کہ میرا امتحان کرے - اور یہہ دریافت کرے کہ تنگ ظرف کون ہے اور کون نہین - لہذا معشوق نے بہت سی شراب پی لی تاکہ شرکای محفل بہی اُسکی ہمدمی کرکے زیادہ شراب پیوین - مطلب یہہ کہ معشوق غالب کو تنگ ظرف اور غیر کو عالی حوصلہ ثابت کیا چاہتا ہے امتحان مین - فی الحقیقت معشوق بغرض میرے امتحان کے اپنا امتحان کررہا ہے - اور اس چال مین میرا امتحان منظور ہے -

سرمہ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے	کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

سرمہ موصوف اور مفت اُسکی صفت سببی اور یہہ مرکب توصیفی یعنے سرمہ مفت

مضاف ہے نظر کیطرف اور نظر مضاف الیہ ہے اور یہہ اضافت تخصیصی[1] ہے - شاعر کہتا ہے کہ مین نظر کا سرمۂ مفت ہون - اور لفظ مفت کو بغیر اضافت کے بھی پڑہ سکتے ہین اسطرح (مفت نظر) یعنے نظر مفت وارندہ - مفت نظر رکہنے والا (یا) نظر مفت دینے والا - اسصورت مین جو دوسری صورت ہے اس ترکیب کو بیدل اور ناصر علی اور غالب کے تراکیب مین سے ایک نئی ترکیب سمجہنا چاہئیے اور سالم ترکیب مفت نظر کو جو بلا اضافت کے ہے سرمہ کی صفت قرار دینا چاہئیے یعنے مفت نظر ایک علیحدہ ترکیب ہے یعنے مین ایسا سرمہ ہون کہ مجہہ مین نظر مفت بہری ہوی ہے - جو شخص کور مجکو اپنی آنکہہ مین لگائیگا فوراً بینا ہو جائیگا بغیر اجرت اور قیمت دینے کے تیسری صورت یہہ ہے کہ مین سرمہ ہون مانند نظر کے یعنے سرمہ تو ہون مگر سراپا نگاہ ہون اور نظر ہی نظر ہون اور علاوہ بران مفت ملتا ہون - اس صورت مین یہہ اضافت تشبیہی[3] ہوی اور وجہ شبہ سرمہ کی عمدگی اور قوت تاثیر ہے اور ادات تشبیہ کا حذف کرنا جائز ہے جیسے لب لعل و چشم نرگس و دل غنچہ یعنے لب مانند لعل و چشم مانند نرگس اور دل مانند غنچہ اور وجہ شبہ سرخی و خوشنمائی و گرفتگی ہے - سرمۂ مفت نظر ہون باضافت لفظ مفت کے یعنے سرمۂ مفت مانند نظر ہون - از روے معنی ان تینون صورتون کا حاصل ایک ہے - صرف بیان کی نزاکتین بتلانا مجہے منظور تہا -

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکہہ کہ رنگ	صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

اس دامگاہ کا یعنے دامگاہِ بزم قدح کا کیونکہ مرزا اس شعر مین بزم قدح کا
ذکر کر رہے ہین۔ اس زمین مین مین نے اعلیحضرت قوی شوکت قدر قدرت
بندگانعالی متعالی حضور پر نور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی
غزل بے بدل پر بتقریب طرح دو غزلہ کہا تھا اور ایک غزل کے مقطع مین
میرزا کے اس مصرع کی تضمین اسطرح کی تھی ع غالب شگفتہ نے کہدیا
واجد کہ رنگ رخ ہے صید زدام جستہ ہے اس دامگاہ کا۔ اس تضمین مین
مین نے دامگاہ کے معنے بزم قدح کے ہی لئے ہین۔ مرزا نے اس شعر مین
بزم قدح کو دامگاہ سے استعارہ کیا ہے کیونکہ شراب کی لذت شراب
پینے والون کو اپنے دام مین گرفتار کر لیتی ہے۔

پُرگل خیال زخم سے دامن نگاہ کا		مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے

مقتل = قتل گاہ۔ نشاط = خوشی۔ کہ = کاف تعلیل یعنے کیونکہ۔
کس نشاط سے = یعنے بہت نشاط سے۔ بڑے نشاط کے ساتھ۔ پُرگل =
پھولون سے بھرا ہوا۔ یعنے جب مین مقتل کو جاتا ہون تو خیال زخم کی وجہ سے
میری آنکھون مین گلشن کی سیر دکھائی دیتی ہے۔ مقتل اور زخم لہو کی سبب
سرخ ہوتے ہین لہذا شاعر نے زخم کے خیال کو گلشن قرار دیا ہے کیونکہ
گل کا رنگ بھی سرخ ہوتا ہے۔ پھولون کو دامن مین لیتے ہین لہذا خیال
زخم کے پھولون کے لئے نگاہ کا دامن تیار کیا ہے جو دونون بھرے ہوئے ہین

پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا		جان درہوائے یک نگہ گرم ہے اسد

دیکھئے دل بیمار اور دست بکار اور چشم براہ اور گوش بر آواز وغیرہ وغیرہ کیسی عمدہ اور دلکش ترکیبین ہین مگر یہہ ایک ترکیب (جان درہوائے یک نگہ گرم) کسقدر لمبی چوڑی اور طول ہونے کیوجہ سے کسقدر طبیعت کو ناگوار گذرتی ہے - ایسے ہی تراکیب ہین جنکی وجہ سے مرزا صاحب اور مومن خان صاحب ہدف اعتراض پہلوانان سخن کے بنجاتے ہین - صرف منتخبہ اور چھوٹے سے باب الالف مین مرزا صاحب کے ایجاد کردہ اتنے تراکیب موجود ہین (۱) یک بیابان ماندگی (۲) نشاط آہنگ (۳) یک شہر آرزو (۴) رستخیز اندازہ (۵) یک قدم وحشت (۶) دو عالم دشت (۷) وحشت خرامی (۸) جنون جولان (۹) بجنون غلطیدہ صد رنگ (۱۰) یک عربدہ میدان - (۱۱) یک عمر ورع (۱۲) در تشنگی مردگان (۱۳) فریب وفا خوردگان (۱۴) سامان طراز نازش (۱۵) میخانۂ نیرنگ (۱۶) مفت نظر (۱۷) خودداری ساحل (۱۸) حریف جوشش دریا (۱۹) طاقت آشوب آگہی (۲۰) حیرت کدۂ شوخی ناز (۲۱) یک الف بیش نیست (۲۲) صورتخانۂ خمیازہ (۲۳) خمار تشنہ کامی (۲۴) خمیازۂ ساحل (۲۵) جادۂ راہ فنا (۲۶) بیک کف بردن صد دل - (۲۷) انداز بجون غلطیدن بسمل (۲۸) برق سوز دل (۲۹) موج سراب دشت وفا (۳۰) دیوانگی شوق (۳۱) ہر قدم سایہ (۳۲) سبق شوق (۳۳) جان درہوائے یک نگہ گرم - الغرض منتخبہ اور چھوٹے سے باب الالف مین یہہ (۳۳) مرکبات و تراکیب آگئے ہین جو ایران کی فارسی مین ہرگز مستعمل

نہین ہین اور جب تک ان ترکیبون کے اسناد اہل لسان کے کلام کے اندر
نملین تب تک ان کو صحیح جاننا اور اپنی نظم و نثر مین ان کا استعمال کرنا محض
قلت تتبع اور خود پسندی و عدم تحقیق سے ہوگا۔ فارسی کے اہل لسان
ان تراکیب کو سنکر پوچھتے ہین کہ این کدام زبان است اور کہتے ہین کہ اینکہ
زبان فارسی نیست حاصل کلام الفاظ کا ایجاد کرنا اور محاورون کا اختراع
عمدہ بات ہے مگر اہل لسان کو زیادہ تر سزاوار ہے اگر غیر ملکی حضرات قادر الکلامی
کے زعم پر غیر زبان مین اختراعات کرنا چاہین تو یہہ بات ممکن ہے مگر اسکے
لئے ذوق سلیم درکار ہے اور حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
و قدس اللہ سرہ کی تقلید بہتر ہے کیونکہ کسی اہل لسان کو آپ سے نزاع و خلاف
نہین اور میرزا بیدل اور شیخ ناصر علی کے اختراعات کو اہل لسان ہرگز پسند
نہین کرتے اسکی وجہ خاص صرف اتنی ہے کہ ان دونون صاحبون کے
اختراعات ذوق سلیم اور جادۂ مستقیم سے باہر ہین بلکہ رکیک و طویل و پُر
تصنع و غیر فصیح و اضافت در اضافت و صفت در صفت و تراکیب مقلوبہ
بلا وجہ موجہ کثرت سے ہوا کرتے ہین یہی وجوہات ہین کہ ان صاحبون کے
اختراعات مقبول خاص و عام نہین ہوے بلکہ چند لوگ اُن کے رواج
دینے پر تعصب و نفسانیت سے ہٹ دھرمی اور بیجا اصرار کرتے رہے
جنہین اُن کو انجام کار ناکامی حاصل ہوی قاعدہ فارسی کے لحاظ سے
نشاط آہنگ کے معنے قصد نشاط دارندہ یا ارادۂ نشاط کنندہ کے
ہوسکتے ہین مگر میرزا نے اپنے شعر مین اس ترکیب کے کچھہ عجیب معنے

لئے ہین یعنے خوشی کی الاپ پہ کہنے والا حالانکہ غمی کی کوئی الاپ
نہین ہوتی پھر خوشی کی الاپ چہ معنی دارد اگر غمی کی الاپ ہو اور اسکے
مقابلے پر اوراسکی ضد مین خوشی کی الاپ کہا جائے تو ترکیب مربوط
وچسپان ہوگی کیونکہ الاپ کو غم سے کوئی تعلق نہین مرزا نے اس ترکیب
کے جو معنے لئے ہین وہ کبھی اہل لسان کے پاس مقبول ورپسندیدہ
ہو نہین سکتے دیگر وحشت خرامی۔ خرامیدن کے معنے ناز سے چلنے
اور ٹہلنے کے ہین وحشت کو خرام سے کیا تعلق لہذا یہہ ترکیب بھی غیر مربوط
ہے وقس علی ھذ۲ القیاس کہان تک لکھہ سکتا ہون اسکے لئے
تو ایک دفتر ضخیم وعلیحدہ بلکہ دفتر دہ من درکار ہے صرف مین نے ترکیب
لکھدئے ہین سمجہنے والے سمجہین اور محظوظ ہون میرے استاد شفیق وعم
معظم مولوی حکیم عبدالباسط صاحب المتخلص بہ عشق مرحوم ومغفور فرمایا
کرتے تھے کہ میرزا غالب کو شاعری مین طبع خداداد حاصل تھی اور وہ اعلی
درجہ کے شاعر تھے مگر میرزا صاحب کو علم وفضل نہین تھا اس روایت سے
میرا منشا یہہ ہے کہ میرزا صاحب کی شاعری پر کوئی صاحب انگشت اعتراض
نہین رکہہ سکتے کیونکہ اُن کا شاعرانہ خیال بالکل اچھوتا اور موثر اور نازک خیال
سے مگر طرز خیالبندی اور اختراع تراکیب فی الحقیقت عام طور پر بلا تخصیص
غلل انداز اور قابل اعتراض بلکہ لائق اصلاح ہے۔ میرزا صاحب کے
تصنیفات فارسی واردو خصوصا تصنیفات فارسی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس قسم کی سیکڑون ترکیبین اپنی رائے او طبیعت سے اُنہون نے ایجاد کی ہین

جنکا نتیجہ یہہ ہے کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن اور اہل لسان اور وہ فصحاے بلاغت شعار جو اہل لسان کے مقلد اور پیرو ہین اُن تراکیب کو دیکھکر مہمل اور بے معنی کہا کرتے ہین اور اپنے تراکیب کا غیر مانوس طبیعت ہونا تو ایک قطعی و یقینی بات ہے۔ مومن خان صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ ان صاحبون کی اُستادی مین کوئی کلام نہین بلکہ خداوندان سخن ہین مگر جو عیب ہے وہ عیب ہے اور جو ہنر ہے وہ ہنر ہے۔ ان صاحبون کا کلام اچھی اور بُری ترکیبون کا مجموعہ ہے۔ جو کلام اچھا ہے وہ لاجواب ہے۔ خاص و عام کے دلون پر جادو کا کام کرتا ہے اور جو تراکیب اسالیب ہٹ دھرمی اور خودپسندی سے بنا لئے گئے ہین وہ کبھی اور کسی وقت مین فصحاے لسان بلکہ اہل لسان کے پاس مقبول ہو نہین سکتے بلکہ ہمیشہ وہان سے بے معنی و جفنگ کا خطاب ملا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کتاب عود ہندی مین یہہ دعوی کرتے ہین کہ مین نے ہر ایک ترکیب اہل لسان سے اخذ کی ہے مگر اُن کا یہہ دعوی صحیح نہین ہے چنانچہ دیکھئے مرزا پنج آہنگ کے ایک رقعہ مین لکھتے ہین **فرود آمدن جاے من در کلکتہ بھینڈی بازار است** - یعنے فرودگاہ من در کلکتہ بھینڈی بازار است - اہل لسان یا منزل کہین گے یا فرودگاہ کہین گے مگر منزل کی جگہ مین اتنا لمبا چوڑا لفظ اور وہ بھی مقلوب الترکیب یعنے فرود آمدن جا ہرگز نہ کہین گے اگر کسی شخص کو اس ترکیب کی صحت کا دعوی ہو تو ہمکو یہہ ترکیب اہل لسان کے کلام مین دکھا دے۔ اور فرود آمدن جائی رکاکت ظاہر ہے

کوئی فصیح آدمی اس لفظ کو فرودگاہ یا منزل کی جگہہ کہہ نہین سکتا اور یک قدم وحشت اور دو عالم دشت اور یک بیابان ماندگی اور یک زانو تامل اور یک شہر آرزو اور رستخیز انداز اور نشاط آہنگ اور وحشت خرامی وغیرہ وغیرہ یہہ تراکیب ہندیون اور خصوصاً خیالبندون کے بنائے ہوئے ہین اور اہل لسان ان ترکیبون کے موجد نہین ہین اور قلمرو ایران مین ان ترکیبون کو اور اُنکے معنون کو کوئی نہین جانتا کیونکہ یہہ اُن کی زبان نہین ہے لہذا اہل لسان جب ان ترکیبون کو سنتے ہین تو یہہ پوچھتے ہین کہ این کدام زبانست اور کہتے ہین کہ این زبان فارسی نیست + ایجاد اور تلاش اور تراش تو اچھی چیزین ہین مگر مقبول اور معقول اور پسندیدہ تلاش و تراش آسان نہین ہے اور ایک دو شخصون سے یہہ کام ہو نہین سکتا بلکہ اس کام کے لئے اہل علم کے مجالس اور اتفاق آرا اور محاورہ کی پابندی اور لغت کی نگہداشت اور تراکیب کی خوش وضعی اور قبولیت خاص و عام ضروری چیزین ہین -

اسد = مبتدا اور جان درہوای یک نگہ گرم اسکی خبر اور ہے رابطہ پروانہ چراغ پر گر کے جلجاتا اور فنا ہو جاتا ہے - جب تیرے دادخواہ کے وکیل کی حالت حالت پروانہ کیطرح ہے تو خاص تیرے دادخواہ کا حال کیا کہنا وہ تو تیری ایک نگاہ مین فنا ہو جاتا ہے - جہان تو نے ایک نگاہ کی بس اُسکا کام تمام ہو گیا - جان درہوائے یک نگہ گرم اہل لسان کی ترکیب نہین ہے اور اس ترکیب کے صحیح ہونے مین بہت کچھہ تامل ہے اور یہہ ترکیب بسبب اپنی طوالت و طول لاطائل کے نہایت درجہ کی

غیر فصیح و رکیک ہے - ہوا کے معنے یہان آرزو اور خواہش کے ہین -

کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا	جور سے باز آئے پر باز آئین کیا

پر یعنے مگر یہنی استثنا - باز آئین کیا مقولہ معشوق کا ہے - جور سے باز آئے یعنے جور سے معشوق باز آیا - جور سے وہ باز آئے - یا ہم باز آئے اس صورت مین سالم مصرع معشوق کا مقولہ ہوگا - اس غزل مین کیا ردیف اور دکھلائین - گھبرائین وغیرہ قافیہ ہے - دونو مصرعون مین کیا نفی کیواسطے آیا ہے -

ہوئیگا کچھہ نہ کچھہ گھبرائین کیا	راتدن گردش مین ہین سات آسمان

یعنے مفلسی مین گھبرانا نچاہئے بلکہ صبر کرنا چاہئے - کیسا عمدہ فلسفیانہ مضمون ہے - سات عدد اور آسمان معدود ہے - اردو مین معدود اکثر جمع آتا ہی مگر کبھی واحد بھی آتا ہے اور آسمان ایسا لفظ ہے جو واحد اور جمع دونون مین مستعمل ہے - کیا = نفی کیواسطے ہے - کیا گھبرائین یعنے نہ گھبرائین گھبرانا نچاہئے -

جب نہو کچھ بھی تو دہوکا کہائین کیا	لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھین لگاؤ

لاگ = دشمنی - عداوت - لگاؤ = محبت دوستی - دہوکا کہانا = یعنے فریب کہانا - کیا = نفی کیلئے ہے یعنے دہوکا نہ کہائین -

ہو لئے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ | یا رب اپنے خط کو ہم پہنچائین کیا

کیا استفہام کے لئے ہے - نامہ بر - یعنے قاصد -

موج خون سر سے گذر ہی کیون نجائے | آستان یار سے اٹھہ جائین کیا

کیا نفی کے لئے ہے یعنے ہم آستان یار سے نہ اٹھینگے اگرچہ موج خون ہمارے سر سے گذر جائے -

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ | مر گئے پر دیکھئے دکھلائین کیا

عمر بھر = تمام عمر - راہ دیکھنا - انتظار کرنا - مر گئے پر - یعنے مرنیکے بعد
کیا - استفہام کے لئے ہے یعنے دیکھئے کیا دکھائینگے - قائل اپنے کو شخص غیر قرار دیکر پوچھتا ہے -

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے | کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

کہ = دونو مصرعون مین بیان کے لئے ہے - اور مصرع ثانی مین کاف تردید بھی ہو سکتا ہے - یعنے کوئی بتلاؤ یا ہم بتلائین کیا - استفہام کے لئے ہے -

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی | چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

باد بہاری کو بسبب لطافت کے آئینہ فولادی قرار دیا ہے - چونکہ آئینہ فولادی بہ

زنگ آتا ہے اور زنگ سبز رنگ ہوتا ہے لہذا چمن کو جو با غبار برگ اشجار کے سبز ہوتا ہے آئینہ باد بہاری کا زنگ مقرر کیا ہے اور چونکہ باد بہاری لطیف چیز ہے اور بمقابل اوس کے برگ اشجار کثیف شے ہے لہذا یہہ نتیجہ نکالا کہ لطافت بغیر کثافت کے حاصل ہو نہین سکتی - مطلب یہہ کہ جیسے دنیا مین غم و شادی توام ہین اسیطرح لطافت و کثافت کا حال ہے اور وہ بہی توام ہین - جلوہ پیدا کرنا = ظاہر ہونا - وجود مین آنا -

حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل	جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوےٰ ہوشیاری کا

ساقی کو دریاے مواج سے اور ہوشیاری کو ساحل سے تشبیہ دی ہے - اور کہتا ہے کہ جب دریای مواج خوب الغیانی کرے تو ساحل پانی مین غرق ہوجاتا ہے اسیطرح جہان ساقی ہوا اور وہ ناز و انداز سے خوب بادہ پیمائی کرے تو وہان لوگ شراب پی پی کر مست و بیہوش ہوجاتے ہین اور ہوشیاری باقی نہین رہتی لہذا ساقی کے مقام پر ہوشیاری کا دعوی غلط ہے - ساقی کی بے تکلفی و ناز و انداز کو (یا) ساقی کے حسن و جمال روز افزون کو جوشش دریا قرار دیا ہے - کیونکہ جب ساقی کو دریا قرار دیا ہے تو ساقی مین جوشش دریا کیا چیز ہوگی - ؟ دریا مین جوشش دریا پانی ہے - اور ساقی مین ساقی کی جوشش ناز و انداز یا حسن و جمال یا سخاوت و کرم ہی ہوگی - مگر اس شعر مین یہہ بات ہی ممکن ہے کہ ساقی کو جوشش دریا کے ساتہہ تشبیہ دی ہے یعنے جہان جوشش دریا ہوی وہان ساحل غرق آب ہوگیا اسیطرح جہان

ساقی ہو اور ہان ہوشیاری غائب ہوگئی۔ دونون معنون کا حاصل ایک ہے
اور بلحاظ ان معنون کے (تو) حرف رابط ہوگا۔ اور اس شعر مین (تو)
ضمیر واحد حاضر بھی صحیح ہے یعنے اسے معشوق جہان تو ساقی ہو اور
جس جگہہ تو ساقی گری کرے الخ۔

دردکا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا		عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا

اس شعر مین علم تصوف کا مشہور مسئلہ باندھا ہے۔ کہ راحت فنا فی اللہ ہونیمین
ہے قطرہ تمثیل انسان اور دریا تمثیل ذات باری تعالی ہے۔ جب درد اپنی
حد سے گذرگیا تو دوا کارگر اور موثر ہوئی اور جب دوا موثر ہوئی تو مریض
ہلاک ہوگیا۔ اب قائل نے ہلاک ہو جانیکو دوا ہو جانا قرار دیا ہے
کیونکہ مریض کا مقصود تو ہلاکی تھا نہ صحت و تندرستی۔ اور مریض فنا کو شفا
اسوجہ سے خیال کرتا ہے کہ فنا فی اللہ کا درجہ اُسکو حاصل ہوتا ہے۔ جو
اُسکا عین مطلوب ہے حاصل یہہ کہ عشرت انسان کی فنا فی اللہ ہو جانیمین ہے

تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا		تجھسے قسمت مین مری صورت قفل ابجد

صورت قفل ابجد یعنے قفل ابجد کی مانند قفل ابجد کیطرح۔ اس شعر مین
بات کے بننے سے وصل کی بات بننا مراد ہے۔ اور قائل کا مقصود یہہ ہے
کہ جب وصل کی بات بنگئی تو مین معشوق سے جدا ہوگیا جو میرے لئے کمال
تیرہ بختی اور نہایت بدقسمتی ہے۔

مٹ گیا گھسنے میں اس عقدہ کا وا ہو جانا	دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت میں تمام

چونکہ عقدہ چھوٹی چیز ہوتی ہے لہذا گھسنے سے مٹ جاتی ہے۔ جب مٹ گئی تو
اسکا وجود نرہا گویا وا ہو گئی۔ شاعر نے عقدہ کے مٹ جانے کو وا ہونا
یعنے کہلنا قرار دیا ہے۔ دل کو عقدہ کے ساتھہ تشبیہ ہے۔ دل مشبہ اور عقدہ
مشبہ بہ۔ زحمت سے وہ زحمت دل مراد ہے جو فراق یار کیوجہ سے یا عشق یار
کے سبب سے تھی۔ تمام ہونا = مرجانا مصرع ثانی مین دل کی تمثیل ہے
عقدہ کے ساتھہ۔ عقدہ = یعنے گرہ۔ شعر کا مطلب ظاہر ہے یعنے ہمارا
دل زحمت عشق کی تدبیر اور چارہ گری مین مصروف ہوا۔ مگر اس چارہ گری
مین ہمارے دل کو کچھہ ایسی کشمکش اور کشاکش ہوی کہ بیچارہ دل خود ہلاک
ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ دل ایک گرہ کی مانند تھا اور کشمکش چارہ گھسنے کے
ساتھہ مشابہت رکھتی تھی اسی سے دل کشمکش مین معدوم ہو گیا اور جب دل
معدوم ہو گیا یعنے مٹ گیا تو گویا چارہ گری مین کامیاب ہوا او تدبیر
کر چکا گرہ کی مانند کہ جب گھسنے مین مٹ گئی تو گویا کھل گئی۔ اور مٹ جانا ہی
مطلوب تہا کیونکہ ہم گرہ کو کھولنا چاہتے تھے۔ جب گرہ مٹ گئی تو وا ہو گئی
اور مقصود حاصل ہو گیا اس شعر کا مصرع ثانی یعنے مصرع مٹ گیا گھسنے مین
اس عقدہ کا وا ہو جانا۔ مطابق ہے مصرع ثانی کے ساتھہ یعنے مصرع درد کا
حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا۔ ملتا ہوا ہے اور دونون مصرعون کا مضمون
قریب قریب واقع ہوا ہے۔ وا ہو جانا = کہل جانا۔ کشادہ ہو جانا۔ وا کرنا

اسکا متعدی ہے ۔

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ	اسقدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

ابجفا = یعنے اب اسوقت مین ۔ جفا = ظلم و ستم ۔ محروم = حرمان زدہ بے نصیب ۔ اللہ اللہ = اس مقام پر تعجب و تحیر کیواسطے آیا ہے ۔ بھی = شرکت کیواسطے آتا ہے ۔ اسقدر = یہان اشارہ طرف زیادتی اور افزونی کے ہے یہہ لفظ مقدار اور انداذہ بتلانے کے لئے آتا ہے اور اتنا کا مترادف ہے ارباب وفا = وفا کے پالنے والے یعنے عاشقان صادق ۔ ارباب کا واحد رب ہے دشمن = یہہ لفظ دش اور من سے مرکب ہے ۔ دش کے معنے برا اور زشت آئے ہین اور من بمعنی دل آیا ہے ۔ جو شخص دل زشت رکھتا ہو اُسکو دشمن کہتے ہین ۔ دشمن یعنے بددل و بدخواہ اور ایک دوسرے کی ضد ۔ یہہ لفظون کے معنے ہوے مگر یہان زیادہ تر قابل ذکر یہہ بات ہے کہ مرزا کا یہہ شعر نظیری نیشا پوری رح کے اس شعر سے ملتا ہوا ہے بلکہ ماخوذ ہے ؎ شمع بے شعلہ بہ پروانہ فرستاد آن دوست ✤ کہ بنامہ روان کرد و عتابے نہ نوشت ✤ اور موسوی خان فطرت رح فرماتے ہین ؎ در تمنائے جفائے خویش کشتن صید را ✤ اختراع مہربانی ہائے صیاد من است ✤ یعنے معشوق جفا بھی نہین کرتا ہے ۔ اور معشوق نے اس لئے ترک جفا کی ہے کہ عاشقان صادق کو جفاے معشوق مین بھی مزہ آتا ہے ۔ کیونکہ جفا بھی ہے تو اُسی کی جفا ہے اور اپنے محبوب کیطرف سے ہے

بس اسی ایک نسبت سے عاشقان صادق عین جور و جفا مین مزے اوڑاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ہی اُن کی جفا کے سزاوار ہوسے جب معشوق جفا پیشہ کو یہہ بات معلوم ہوگئی تو اُس نے جفا کرنا ہی ترک کردیا ۔

ضعف سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا	باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہوجانا

جب تک ہمکو طاقت اور قوت تھی تب تک ہم روتے تھے اور گریہ کرتے تھے جب ہماری قوت اور طاقت جاتی رہی اور ضعف و ناتوانی آگئی تو اب ہم ٹھنڈی آہین کرنے لگے ۔ اس شعر سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رونے کیلئے طاقت چاہیے اور ضعف کی حالت مین آہ کرتے ہین ۔ دم بمعنی آہ اور سرد اوسکی صفت ہے حکما جو کہتے ہین کہ پانی ہوا بنکر اُڑ جاتا ہے تو ہمکو اپنی اس حالت سے یعنے زوال گریہ و عروج آہ سے باور آیا یعنے یہہ بات صحیح ہے ظاہر ہے کہ گریہ پانی اور آہ ہوا ہوتی ہے ۔

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال	ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

مٹنا = محو ہونا ۔ زائل ہونا ۔ انگشت حنائی = حنائی مین جو (یا) ہے یہہ یائے نسبتی ہے ۔ انگشت حنائی یعنے حنا والی انگشت ۔ وہ انگشت جو مہندی کے رنگ سے سرخ ہو ۔ اس شعر مین انگشت کے معنے ہاتھہ اور پنجہ کے ہین از روی قاعدہ مجاز مرسل یعنے استعمال جزو بجای کل درست ہے خیال = بالکسر تصور و گمان ۔ اس لفظ کی حرکت مین اختلاف ہے اکثر صاحبان

لغت لکھتے ہین کہ بالفتح ہے مگر فارسی والے بالکسر بولتے ہین - اور قوت متخیلہ کو بھی خیال کہتے ہین - جدا ہو جانا علیحدہ ہو جانا - الگ ہو جانا -

روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا		ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا

ابر بہاری = بہاری مین جو (یا) ہے یہ یای نسبتی ہے - مجھے = یعنے میرے لئے - روتے روتے = اسم حالیہ ہے - مرزا نے اس ایک چھوٹی سی غزل مین فنا ہو جانیکا مضمون تین جگہہ باندھا ہے (۱) عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا (۲) دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام (۳) روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا - شعرا سے قدیم ایک ہی غزل مین تکرار مضمون اور تکرار قافیہ کو ناجایز جانتے تھے مگر متاخرین کے پاس جائز ہے - بلکہ ایک مضمون کو کئی طرح سے ادا کرنا اور ایک قافیہ کو کئی طور سے باندھنا خواہ ایک غزل مین ہو خواہ متعدد غزلون مین ہو مگر تازہ اور عمدہ اسلوب سے ہو تو اسکو کمال سمجھتے ہین -

کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا		گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس

یعنے نکہت گل کو تیرے کوچہ مین آنے کی ہوس ہے - اس شعر مین کوچۂ معشوق کی تعریف و توصیف ہے یعنے کوچۂ معشوق ایسا معطر و معنبر و غیرت گلستان و رشک باغ و بوستان ہے کہ نکہت گل کو بھی وہان آنیکی ہوس لگی ہوی ہے - ظاہر ہے کہ نکہت گل نہایت لطیف اور مفرح چیز ہے جسکے سب شائق ہین -

تا کہ تجھپر کہلے اعجاز ہوای صیقل ‖ دیکھہ برسات مین سبز آئینہ کا ہوجانا

یعنے صفاے باطن سے آدمی کو سرسبزی اور نجات آخرت حاصل ہوتی ہے یہان صیقل کے مجازی معنے یعنے صفای باطن مراد ہین۔ کہولے = یعنے ظاہر ہووے اور یہہ لفظ آئینہ کے ساتھہ مناسبت رکہتا ہے کیونکہ آئینہ کشادہ اور کہلا ہوا ہوتا ہے۔ لفظ ہوا اور برسات اور سبز صنعت مراعات النظیر ہے یہان ہوا بمعنی آرزو و تمنا آیا ہے اور حقیقی معنون کے لحاظ سے برسات کے ساتھہ مناسبت رکہتا ہے۔ آئینہ فولادی کا سردی سے زنگ بستہ ہوجانا ایک معمولی بات ہے۔ اسکو مرزا صاحب نے جو اعجاز کہا ہے یہہ محل تامل ہے کیونکہ اعجاز کی تعریف یہہ نہین ہے۔

بخشے ہے جلوہ گل ذوق تماشا غالب ‖ چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہوجانا

جب چشم ہر رنگ مین وا ہوجایگی تو اُسکو وحدۃ الوجود کا نظارہ حاصل ہوگا اور ہر رنگ مین اُسی کو یعنے ذات باری تعالی کو دیکہے گی۔ یہہ علم تصوف کے شطحیات ہین جو شریعت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام اور دین آسمانی کے برخلاف ہین اور ہمہ اوست کا مسئلہ شریعت غرای محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس نامقبول ہے منصور اور سرمد کا قصہ مشہور ہے کہ یہہ دونون انہین لغویات کیوجہ سے صاحبان شریعت کے حکم اور فتوے سے قتل ہوے غالب = منادی یعنے اے غالب۔ بخشے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہہ مین بخشتا ہے یا بخشیگا کہتے ہین۔ وا ہوجانا = کہل جانا۔

مرزا صاحب نے آنکھہ کی جگہہ چشم اسوجہ سے کہا ہے کہ اُن کی طبیعت زبان فارسی
کی دلدادہ ہے اور دوسری وجہ خاص یہہ ہے کہ اس مقام پر چشم کا لفظ
بہ نسبت آنکھہ کے زیادہ تر خوشنما معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں لفظ چشم پرزور
دینے سے تاکید کے معنے پیدا ہوتے ہین اور یہہ موقع تاکید کا ہے
بہرحال یہاں آنکھہ سے لفظ چشم بہتر ہے کیونکہ فصاحت وجدانی امر ہے
اور یہاں لفظ چشم کا استعمال مقتضائے فصاحت ہے ۔

تمت

خاتمۃ الطبع از طرف مصنف

الحمد للہ تعالی کہ اس شرح کا پہلا حصہ ختم ہوا اور میری کوشش و میرے
مال سے مطبع فخر نظامی واقع حیدرآباد دکن مین چھپ گیا - امید ہے
کہ اسکے دوسرے دو حصے بھی بہت جلد شائع ہونگے مگر صرف میری
کوشش اور میرا مال کہانتک مکتفی ہوسکتا ہے - جب تک امرائے ذیعزت
اور حکام با فخر و مرتبت توجہ نکرین امید نہین کہ دوسرے حصے شایع ہوسکین
کیونکہ فارسیون کا قول ہے سہ مرا تجربہ معلوم شد پس از سی سال
کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال + بہرحال دوسرے حصون کی چھپوانے
مین خاکسار سعی کریگا کیونکہ اس کام مین زبان اُردو اور شعر و سخن کی

ترقی منظور ہے اور خیالبندی کی پیچیدگیاں پبلک پر منکشف ہوتی ہیں
میں بیدل اور ناصر علی اور شوکت اور جلال اسیر اور ظہوری اور
غالب اور مومن کا بدل معتقد ہوں مگر اُن کے اختراعات بیجا
اور خیالاتِ سرد رگم سے نہایت متنفر ہوں اور اس باب میں فصحای اہل
لسان کا مقلد و مقتدی ہوں - اللہ تعالی اس مختصر شرح کو بقای
دوام اور قبولیت خاص و عام عطا کرے اور فتنہ پردازوں کے شر و فساد
سے محفوظ رکھے - آمین آمین -

نوٹ از طرف مصنف

میں نے اس شرح کو بطور ضمیمہ کے لکھنا شروع کیا تھا مگر جب لکھنے بیٹھا
تو میرے ذہن میں پست و بلند اور رطب و یابس مضامین اس کثرت سے
آگئے اور صفحۂ کاغذ پر لکھے گئے کہ صرف بابُ الالف کا حجم آٹھ جزو سے
زیادہ ہو گیا - چونکہ ضمیمہ بہ نسبت اصل کتاب کے چھوٹا ہونا چاہئیے تھا
لہذا میں نے اس شرح کو ایک علیحدہ شرح قرار دیا ہے مگر اسکو
و ثوق صراحت کے ساتھ پورا تعلق حاصل ہے - یہ سمجھ لیجئے
کہ غیر مکمل شرح کو میں نے مکمل کر دیا ہے - ناظرین سے
امید ہے کہ میری تحریر میں کہیں کوئی غلطی پائیں گے تو براہ کرم چشم
پوشی فرمائیں گے کیونکہ فارسی کا دانشور کہتا ہے ؎ بپوش
گر بخطائے رسی طعنہ مزن ٭ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود -

اس کے دوسرے حصے بشرطِ قدردانی گورنمنٹ شایع ہوں گے فقط

والسلام خیر الختام

غزل بزبانِ فارسی طبعزادِ مصنفِ این شرح فرزند حضرت والد مرحوم

حسن و خوبی را چو آن رشکِ قمری پرورد
زلفِ پرچین تو در چین شور و شری پرورد
روے پرنور تو انوارِ سحری پرورد
بوسہ ہنگام آن لبِ شیرین شکری پرورد
دل کہ خود را از لبِ نیشتری پرورد
پاک طینت را دعاے بے اثری پرورد
دیدۂ من اشکبار و سینۂ تو پر غبار
شاد و بیغم دار او را گریہ ہاے عاشقان
عاشقان دانند کاندر دور خود عشق کسے
باز گردد جان ما گر بیند آن گل سوے ما
گر تو می آوردی آنرا جای بو بودی چہ خوب
بسکہ درد و غم غذای عاشقان شد در ازل
عمر تان با دراز و جاہ تان پایندہ باد
بسکہ در خون می تپید ہر دم ز آواز خوشت

عشق و الفت را ز من داغِ جگری پرورد
طرۂ شوریدہ سوداے دگری پرورد
زلفِ مشکین تو شب تاریکتری پرورد
وان دہانِ غنچہ سان رشکِ شتری پرورد
نالہ ہا را دمبدم چون نوحہ گری پرورد
بوالہوس را فریبی ہا تازہ تری پرورد
راست میگویم کہ ہر یک بحر و بری پرورد
آہ سے آن سرو روان را چشم تری پرورد
داغِ دل درد جگر ضعفِ بصری پرورد
عاشقانِ جان بلب را آن نظری پرورد
اے صبا جانِ مرا آن خاک دری پرورد
از وفور رشک جانم نامہ برے پرورد
یاد تان اے نالہ ہا جانِ جگری پرورد
گوئیا اندر دلِ من نیشتری پرورد

حسرت پرواز تا افزون کند اندر دلش | آن شکاری صید خود را بال و پر می پرورد
شوق دل گردست پایم را سراسر آبله | خارهای راه را این رهبری می پرورد
طرفه تر سحریست ای یاران تماشا کردنی | در جبال سخت یکسر گوهری می پرورد
تیز طبعان را بهر جا قدر و منزل بیش هست | سنگ و رخ و زر از نهان از باشری می پرورد
بی هنر جا رود از فاقه در تنگت او | با خبر داند که آدم را بشیری می پرورد
ای عجب گر سر بلندم سازد از لطف عمیم | آن خداوندی که دریا گوهر شیری می پرورد
کوچه ات را کوچه آئینه نامی خوشتر است | زانکه عکس حسن تو دیوار و در می پرورد
سنگ جور ای محتسب بر شان مزن هشیار باش | کاندرینجا شیشه ها را شیشه گری می پرورد
راه استدلال بگذار ار تو خواهی عافیت | ای بسا دزدان بدین بنگ زدی می پرورد
هست کار راستان آوردن مضمون خویش | زانکه شیرینی و شکر نیشکر هم می پرورد
میر محبوب علیخان[51] شاعران هر را | بیشتر از بیشتر از بیشتری می پرورد
هم رعایا و برایا و علوم و هم فنون | بیشک این شاه نکوی دادگری می پرورد
فیض بخشی عماد الملک[52] را از من بپرس | اهل علم و خاندان را بی خطری می پرورد

طرز گفتار تو **واجد** تو ده پای عشق را
آفرین صد آفرین بس مختصری پرورد

[51] خلد الله ملکه و دولته۔

[52] عالیجناب فیض مآب آنریبل نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی ناظم تعلیمات و پرائیوٹ سکرٹری اعلیحضرت حضور نظام دام اقباله ۱۲ واجد عفی عنه

تعلیمات علاقہ حیدرآباد دکن کے نام حضرت والد مرحوم نے اپنی صدارت کے زمانے مین لکھے تھے اور دوسرے حصہ مین رقعات ہین۔ دونو حصون کی مجموعی ضخامت انیس ۱۹ جزو ہی۔ طرز کلام وہی اہل لسان کا تتبع اور اعلیٰ درجہ کی صاف و فصیح و دلکش انشا پردازی ہی محاورہ بندی اور صنائع لفظی و معنوی کا خوشنما استعمال حضرت والد مرحوم کی خاص طرز ہی۔ حضرت والد مرحوم روز مرہ ایران کے دلدادہ تھے۔ اہل لسان اس کلام کے گرویدہ اور بے انتہا شایق ہین۔ قیمت ہر دو حصہ دو روپیہ (عہ) سکہ حالی یا عہ سکہ کلدار۔

اس انشا کا حصہ اول و دوم ایک ایک روپیہ سکہ حالی مین علیحدہ علیحدہ بہی دستیاب ہو سکتا ہے یہہ انشا فارسی کے شایقون اور طالب العلمون کے لئے کمال مفید ہے۔

وثوق صراحت - زبان اردو مرزا غالب دہلوی کے اردو دیوان کی ایک چھوٹی سی اور مختصر شرح ہے چونکہ مستند مصنف کی تصنیف ہی لہذا معتبر کتاب ہے بہت سے اشعار کی شرح نہایت عمدگی کیساتھ مختصر طور پر لکھی ہی اور مرزا کے کلام کے اکثر نکات و دقائق کو اچھی طرح سے کہولا ہے۔ لفظون کے معنے قابل دید ہین اور ہر ایک فقرہ نشتر کا کام دیتا ہی۔ اسکا صحت نامہ بہی چھپ گیا ہی۔ قیمت مع ضمیمہ (خفیف مشتہر) عہ سکہ حالی یا عہ سکہ کلدار ضخامت معہ ضمیمہ و صحت نامہ (۲۴) جزو۔ کل تصنیفات کا محصول ڈاک ان قیمتون کے علاوہ ہے۔ درخواست مشتہر کے نام ذیل کے پتے پر آنی چاہئے فقط

نوٹ - تصنیفات حضرت والد مرحوم بغرض فروخت چھپوائے گئے ہین جن صاحبون کو ان کتابون سے فیض یاب ہونا منظور ہو وہ قیمت دیکر مشتہر کے پاس سے کتابین حاصل کر سکتے ہین فقط واجد عفی عنہ

المشتہر محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول ساکن محلہ اندرون دروازہ چادر گھاٹ قریب مسجد الماس بلدہ حیدرآباد دکن

اطلاع